مختصر
سیرتِ نبوی
علیہ الصلوٰۃ والسلام
سیرۃ الحبیب الشفیع
من الکتاب العزیز الرفیع
مؤلفہ
امام اہل سنت حضرت مولانا محمد عبد الشکور لکھنوی قدس سرہ
المکتبۃ العربیۃ
الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

مختصر سیرتِ نبوی صَلَّی اللہ علیہ وسلم

سیرتُ الحَبِیب الشَّفِیع

مِنَ الْکِتَابِ العَزِیز الرَّفِیع

مئولف: امام اہل سنّت حضرت مولانا
محمد عبدالشکور لکھنوی صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر طرح کی حمد و ثناء اور ہر قسم کا شکر و سپاس اس بارگاہ بے اشتباہ پر نثار ہے جس کی بے تعداد نعمتوں میں ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ہماری زبانوں کو اپنے باعزت حبیب کے ذکر سے زینت دی اور ان کی تصدیق و محبت سے ہمارے سینوں کو وسعت و رفعت عطا فرمائی۔ اور صلوٰۃ و سلام اس آفتاب آسمان رسالت پر جو غروب و افول سے محفوظ ہے اور ان نجوم فلک ہدایت پر جو بلا واسطہ یا بالواسطہ اس آفتاب سے مستنیر ہیں۔ جن کا نور بفضلہ تعالیٰ زوال و کسوف سے مصئون ہے۔

اما بعد واضح ہو کہ یہ مختصر سیرت ہے بہترین بنی آدم سیدنا و مولانا ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ﷺ کی جن کو حق تعالیٰ نے اپنی رسالت و نبوت کے ساتھ سرفراز کیا اور ان کی اتباع کو اپنی رضا و خوشنودی کا مدار قرار دیا۔

یہ مختصر سیرت ہے اس سرور کی جو زبر اولین میں مذکور ہے جس کا وصف قرآن کریم میں مسطور ہے۔

یہ مختصر سیرت ہے اس امام مفترض الطاعۃ کی جس کا دین ناسخ ادیان ہے جس کے سیرت کی معرفت اہم الفرائض بلکہ مدار ایمان ہے۔ جس نے اس امام کو نہ جانا اس نے کچھ نہ جانا اور جس نے اس کو نہ مانا اس نے خدا کو نہ

مانا۔

یہ مختصر سیرت ہے اس ہادی اولوالعزم کی جس نے خدا پرستی کی راہیں روشن کردیں اور طاغوت پرستی کی راہوں کو ایسا تاریک و پرخطر کردیا کہ ان پر چلنا دشوار ہوگیا۔

یہ مختصر سیرت ہے اس بادشاہ کی جو دلوں پر فرماں روا ہے جس کی چوکھٹ کے عرب و عجم سب غلام ہیں۔

اے عربی نسب و اُمی لقب — بندہ☆ تو ہم عجم و ہم عرب
تیغ عرب زن کہ فصاحت تراست — صید عجم کن کہ ملاحت تراست
چوں ز تو خوانند و نوسندہم — گر تو نہ خوانی نہ نویسی چہ غم
از تو سیہ راست سپیدی امید — بہ کہ سیاہی نہ نمی بر سپید

یہ مختصر سیرت جو محض نمونے کے طور پر کتاب عزیز رفیع یعنی قرآن کریم سے اقتباس کرکے لکھی گئی ہے ایک مقدمہ اور چار باب اور ایک خاتمہ پر منقسم ہے۔

☆ بندہ ترجمہ ہے عبد کا عبد کبھی مقابل میں معبود کے بولا جاتا ہے کبھی مقابل میں سید کے معنی اول غیر اللہ کے لئے ناجائز ہیں۔ یہاں معنی ثانی مراد ہیں۔

فہرست مضامین

TooBaa-Research-Library

○○○○

مقدمہ

پہلا مسئلہ

لفظ سیرت بروزن فعلۃ بکسر فا ماخوذ ہے- سار یسیر سیراً سے سیر کے معنی چلنا- یہ لفظ اور اس کے مشتقات قرآن مجید میں بکثرت اسی معنی میں مستعمل ہیں- قولہ تعالیٰ سار باھلہ (چلا وہ اپنی بی بی کے ساتھ) (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے جب وہ اپنی بی بی کو مدین سے لے کر چلے)- وقولہ تعالیٰ افلم یسیروا فی الارض (کیا نہیں چلے وہ زمین میں) و قولہ تعالیٰ قل سیروا فی الارض (اے نبی کہہ دو کہ چلو تم لوگ زمین میں) و قولہ تعالیٰ قدرنا فیھا السیر (ہم نے مقدر کی ہے اس زمین میں رفتار) و قولہ تعالیٰ وجاءت سیارۃ (اور آئی ایک چلنے والی جماعت یعنی قافلہ) اور کلیہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی مصدر فعلۃ (بکسر فا) کے وزن پر آتا ہے تو اس کے معنی مادی کسی خاص صفت نوعیہ کے ساتھ موصوف ہو جاتے ہیں جیسے جلسۃ کسی خاص قسم کا بیٹھنا اور صیغۃ کسی خاص قسم کا رنگنا- پس سیرۃ کے معنی کسی خاص قسم کا چلنا- یعنی اعمال و اقوال و احوال- یہ لفظ جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے آنحضرت ﷺ کی سیرت یعنی آپ کے اقوال و افعال و

احوال مراد ہوتے ہیں۔ سیرت کے یہی اصلی معنی ہیں اور اسی معنی کے اعتبار
سے قرآن مجید کو آنحضرت ﷺ کی سیرت پر متضمن کہا جاتا ہے۔ اور اسی معنی
کے اعتبار سے تمام کتب حدیث سیرت کہی گئی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی
کتاب کا صحیح بخاری نام رکھا ہے۔ الجامع الصحیح المختصر من امر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوالہ و افعالہ و احوالہ۔

لیکن چونکہ جمع احادیث و روایات میں محدثین کے مقاصد مختلف تھے
بعض کا یہ قصد ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال و احوال اس طور پر
مرتب کئے جائیں کہ ان سے استنباط مسائل میں آسانی ہو لہٰذا انہوں نے
ابواب فقیہ کی رعایت اپنی ترتیب میں رکھی جن اقوال و افعال و احوال سے
نماز کے مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کو علیحدہ کر دیا اور جن سے صوم کے
مستنبط ہو سکتے ہیں ان کو علیحدہ و علیٰ ہذا اس ترتیب سے استنباط میں بہت
آسانی ہو گئی۔ مگر واقعات کا تسلسل قائم نہ رہا۔ بعض نے واقعات کے تسلسل
کا لحاظ رکھا اور انہوں نے اس مقصد کے مناسب زیادہ تر حالات مغازی کو پایا
لہٰذا اپنی کتابوں میں بیشتر مغازی کی روایتیں درج کیں۔ اس وجہ سے لفظ
سیرت زیادہ تر مغازی پر اطلاق پانے لگا۔ مغرب میں جو ایک کتاب لغت فقہ کی
ہے لکھتے ہیں کہ اصل السیرۃ حالۃ السیر الا انہ غلب علی لسان الشرع
علی امور المغازی یعنی اصل معنی سیرت کے تو حالت روش کے ہیں مگر یہ

لفظ کتب شرعیہ میں زیادہ تر حالات مغازی پر بولا جاتا ہے۔

دوسرا مسئلہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس قدر انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے سب
اپنے اپنے زمانے کے امام تھے اور ہر زمانے کے لوگوں پر اپنے اپنے امام کی
معرفت فرض تھی۔

من مات و لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ فافھم

(جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرے گا)

پس اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ جو اس دور آخر کے امام ہیں ان کی معرفت
بھی اس دور آخر کے لوگوں پر فرض ہے۔ اس دور آخر کو شروع ہوئے چودہ
سو سال سے زیادہ برس ہو چکے اور قیامت کے دن نفخ صور پر اس کا خاتمہ
بالخیر ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ کسی نبی کی صورت کی معرفت فرض نہیں ہے
بلکہ صرف اس کے سیرت کی معرفت فرض ہے۔ اس لئے کہ معرفت سے
مقصود اتباع و اطاعت ہے اور وہ معرفت سیرت پر موقوف ہے نہ معرفت
صورت پر اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جماعت نماز قائم ہے۔ امام آگے کھڑا ہوا
ہے اور مقتدیوں کی صفیں پیچھے کھڑی ہیں۔ ان مقتدیوں پر صرف یہ بات لازم
ہے کہ امام کی حالت کا علم رکھیں کہ وہ رکوع میں ہے یا سجود میں یا قعود میں
اس بات کی مطلق ضرورت نہیں کہ وہ امام کی شکل و صورت جانتے ہوں کہ

گورا ہے یا کالا پستہ قد ہے یا لمبا۔

سیرت پیغمبر کے معرفت کی فرضیت اور اشد فرضیت اسی سے ظاہر ہے کہ ایمان اور اتباع بغیر اس کے ناممکن ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ

(اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ منہ پھیرو اس سے)

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ

(نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے حکم خدا سے)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

(اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو (اے محمد ﷺ) مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر)

لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(اور بہ تحقیق ہے تمہارے لئے رسول خدا (کی سیرت) میں عمدہ پیروی)

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي

(کہہ تو اگر تم چاہتے ہو اللہ کو تو پیروی کرو میری)

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ

کیا نہیں پہچانا انہوں نے اپنے رسول کو اس لئے وہ اس کے منکر ہیں)

اب رہا یہ کہ معرفت آپ کے سیرت کی نہایت آسان ہے تو واقعی اس قدر آسان ہے کہ دنیا میں کوئی چیز اس قدر آسان نہیں۔

یہ کلیہ قاعدہ ہے جس کو فطرۃ اللہ کہنا چاہئے کہ جب کوئی بادشاہ اپنے ملک میں کوئی حکم نافذ کرتا ہے تو اپنی کوشش پوری اس امر میں صرف کرتا ہے کہ اس حکم کو ہر وہ شخص جو مخاطب اس حکم کا ہو باآسانی حاصل کرے اور جب وہ شخص اس حکم کی خلاف ورزی میں ماخوذ ہو تو یہ عذر نہ کر سکے کہ اس حکم کا ہمیں علم نہ تھا یا اس کا علم حاصل کرنا ہمارے لئے سخت دشوار تھا۔ پس اسی طرح حق سبحانہ بھی جب اپنے ملک میں جو سب ملکوں پر حاوی ہے کوئی نبی بھیجتا ہے اور یہ حکم نافذ کرتا ہے کہ اس نبی کی سیرت کی اتباع کرو تو اپنی حکمت بالغہ سے ایسی تدبیر فرماتا ہے کہ اس حکم کے تمام مخاطب اسی نبی کی سیرت باآسانی حاصل کر سکیں اور پھر قیامت کے دن یہ عذر کر کے نبی کی سیرت ہم تک نہیں پہنچی یا اس کا معلوم کرنا ہمارے لئے مشکل تھا اپنی بے قصوری نہ ثابت کر سکیں۔

اور چونکہ آنحضرت ﷺ تمام عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے رسول ہیں۔ لہذا ضروری ہوا کہ آپ کی سیرت قدسیہ کا حاصل کرنا قیامت تک تمام عالم کے لئے آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

(اور بہ تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن کو نصیحت (یادداشت) کے لئے پس آیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا)

TooBaa-Research-Library

إِنَّآ أَرْسَلْنَـٰكَ شَـٰهِدًا

(بہ تحقیق بھیجا ہم نے آپ کو شاہد بنا کر)

اکثر مفسرین شاہد کو معنی گواہ لیتے ہیں مگر شاہد مقابل غائب بکثرت مستعمل ہے اور یہی معنی یہاں واضح ہیں اور میں نے مراد لئے ہیں۔ اور آپ کے شاہد یعنی غائب نہ ہونے کے سوا اس کے کوئی صورت نہیں کہ آپ کی سیرت غائب نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَـٰكَ شَـٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا

(اے نبی بہ تحقیق ہم نے بھیجا آپ کو شاہد اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور روشن چراغ بنا کر)

تیسرا مسئلہ

جو شخص قرآن مجید کو ایک مرتبہ چشم بصیرت سے من اولہ الی آخرہ دیکھ جائے وہ بے تامل اس بات کی شہادت دے سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی کامل سیرت جس پر آپ کی نبوت کا یقین حاصل کرنا اور آپ کی اتباع کرنا موقوف ہے قرآن میں مذکور ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔ "حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا سے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی سیرت دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ آپ کی سیرت قرآن کریم ہے"۔

بایں ہمہ قرآن کریم نے خود بھی تصریح کی ہے کہ میرے رشک فردوس صفحات میں آنحضرت ﷺ کی سیرت قدسیہ کے پھول مہک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَإِنَّهُۥ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُونَ

(اور بہ تحقیق یہ (قرآن) تذکرہ ہے آپ کا اور آپ کی قوم کا اور عنقریب تم سے سوال کیا جائے گا)

لَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ كِتَـٰبًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(بہ تحقیق ہم نے نازل کی تمہاری طرف (اے نبی اور مومنو) ایک کتاب جس میں تذکرہ☆ ہے تمہارا کیا تم نہیں سمجھتے)

قرآن کریم نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کتب ایسہ سابقہ میں بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ٱلنَّبِىَّ ٱلْأُمِّىَّ ٱلَّذِى يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ

(وہ نبی اُمی جس کو علماء یہود و نصاریٰ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے یہاں تورات و انجیل میں)

وَإِنَّهُۥ لَفِى زُبُرِ ٱلْأَوَّلِينَ

(اور بہ تحقیق وہ نبی اگلوں کی کتابوں میں ہے)

ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى ٱلتَّوْرَىٰةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِى ٱلْإِنجِيلِ

(یہ حال ان کا تورات اور انجیل میں ہے)

ف - یہ نہ فرمایا کہ نبی اُمّی کا نام یا ان کا وصف لکھا ہوا پاتے ہیں یجدون و صفہ یا یجدون نعمتہ یجدون مثلہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا یجدونہ خود اسی کو لکھا ہوا پاتے ہیں - اس سے صاف معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت اس بسط و تفصیل کے ساتھ تورات و انجیل وغیرہ میں مذکور تھی کہ گویا خود حضرت کی ذات ان کتابوں میں موجود تھی - ان کتب الٰہیہ کی نصوص دیکھنے والا ویسی ہی معرفت آپ کی رکھتا تھا جیسی وہ شخص جس نے آنکھوں سے آپ کو دیکھا ہو اور آپ کی صحبت میں مدت دراز تک رہا ہو۔ پھر صرف آپ کی نہیں بلکہ آپ کے اصحاب کی سیرت بھی ان کتابوں میں مذکور تھی۔

حق تعالیٰ نے اسی سیرت قدسیہ کو جو کتب الٰہیہ سابقہ میں مذکور ہے۔ یہود و نصاریٰ پر حجت قرار دیا ہے اور اس کو ان کے لئے مفید معرفت کاملہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَعْرِفُونَهُۥ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآءَهُمْ

(اہل کتاب محمد (ﷺ) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو)

فَلَمَّا جَآءَهُم مَّا عَرَفُوا۟ كَفَرُوا۟ بِهِۦ

(پس جب آگئی ان کے پاس وہ چیز جس کو پہچان چکے تھے وہ تو کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ)

أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ ءَايَةً أَن يَعْلَمَهُۥ عُلَمَٰٓؤُا۟ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ

(کیا کفار قریش کے لئے دلیل (کافی) نہیں کہ جانتے ہیں محمد (ﷺ) کی نبوت کو علماء بنی اسرائیل)

چوتھا مسئلہ

حق تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے اور اس کی حفاظت کی تفصیل بھی یوں کی کہ نہ صرف اس کے الفاظ کو محفوظ رکھنا بلکہ اس کے معانی و مطالب کی تفہیم اس کے درس و تدریس کا سلسلہ قائم رکھنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ

(بہ تحقیق ہم نے نازل کیا ہے اس نصیحت (یعنی قرآن کو) اور بہ تحقیق ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُۥ وَقُرْءَانَهُۥ

(بہ تحقیق ہمارے ذمہ ہے قرآن کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا)

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ

(پھر بہ تحقیق ہمارے ذمہ ہے اس کا واضح کرنا)

اور دوسرے مسئلہ میں معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کی سیرت ہے پس صاف اور بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے آنحضرت ﷺ کی سیرت اقدس کی حفاظت اور اس سیرت کے درس و تدریس کے جاری رکھنے کا اس سیرت کے واضح کرنے کا وعدہ فرمایا۔

اب دیکھو کہ خدا نے اپنا یہ وعدہ کس طریقے سے پورا کیا اس طریقے پر جس وقت کما حقہ مطلع ہو جاؤ گے تو اس کو عظیم ترین معجزہ اسلام کا سمجھو گے سنو اور غور سے سنو۔

سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ہی علی الاتصال بصورت کتاب دو دفتیوں کے درمیان میں قرآن جمع کرنے کا ارادہ حضرت فاروق ؓ کے دل میں ڈالا اور انہوں نے حضرت صدیق ؓ کو آمادہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی جمہوری قوت اور مجموعی کشش سے قرآن کریم بصورت کتاب جمع ہو گیا اور ممالک اسلامیہ میں شائع ہوا اور اس کے ساتھ ہی بلکہ اس سے پہلے یہ ہوا کہ حفظ قرآن کا بے اندازہ شوق مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دیا اور یہ شوق کسی زمانے اور کسی قرن میں زائل نہ ہوا۔ اس چودہ سو برس کی طویل مدت میں ہزار ہا انقلاب اس زمین پر ہو گئے یوں کہو کہ آسمان بدل گئے زمین بدل گئی مسلمان اپنے سب فرائض بھول گئے۔ مسلمانی در گور مسلمانی در کتاب کی مثل کہی جانے لگی مگر اس شوق

میں کمی نہ آئی۔ کوئی زمانہ کوئی قرن اس طویل مدت میں ایسا نہیں مل سکتا کہ اس زمانے میں حفاظ قرآن کی تعداد تواتر کی حد سے کم ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ تفسیر کا فن علماء مسلمین کے ہاتھوں سے مدون کرایا اور قرآن و تفسیر قرآن کے درس کا سلسلہ جو آنحضرت ﷺ قائم کر گئے تھے، بعد آپ کے بھی قائم و دائم رکھا اور ایسا مضبوط کیا کہ دنیا کی کوئی قوت اس کے مٹانے پر نہ قادر ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں کی سلطنت اکثر مقامات سے جاتی رہی۔ حفظ قرآن و علم قرآن کی قدر نہ رہی اور اس کا ذریعہ معاش ہونا کیا معنی مخل معاش ہوتا لوگ آنکھوں سے دیکھنے لگے لیکن وہ سلسلہ جاری رہا نہ مٹا اور پھر نہ مٹا۔

یہ الفاظ و معانی کی حفاظت تھی۔ حق تعالیٰ نے تو یہاں تک کیا کہ الفاظ کی کیفیت ادا کو محفوظ کر دیا علم تجوید قرآن کو دیکھو جس طرح جو لفظ جو حرکت زیر زبر کی رسول خدا ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہوئی تھی اسی طرح محفوظ ہے اور جو دین قرآن اسی طرح ادا کرتے ہیں یہ خدا کا بنایا ہوا فوٹو گراف ہے جو انسانوں کے بنائے ہوئے فوٹو گراف سے کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین

اب دیکھو واضح کرنے کی ذمہ داری کو کس طرح پورا کیا۔ قرآن کی توضیح دو چیزوں پر موقوف تھی۔

اول - زبان عرب جس میں چار چیزیں ہیں- صرف' نحو' متن لغت ' معانی و بیان

دوم - احادیث نبی کریم - ان دونوں چیزوں کو حق تعالیٰ نے ایسا محفوظ کیا اور ایسا کامل کیا کہ آج جس شخص کی آنکھیں کھلی ہوں وہ صرف انہیں دو چیزوں کو دیکھ کر یقین حاصل کر سکتا ہے کہ بے شک خدا ہے اور اس خدا نے دین اسلام کو ہاں صرف دین اسلام کو اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے اور اپنی تمام نعمتیں مسلمانوں کے لئے کامل کر دی ہیں-

زبان عرب کے قواعد وغیرہ کی تکمیل اور اس کے قوانین کی ضبط و جامعیت کو دیکھو اور پھر یہ دیکھو کہ باقاعدہ تعلیم میں ذہین اور شوقین آدمی صرف چھ ماہ میں ہاں صرف چھ ماہ میں اس زبان پر ایسا حاوی ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث کے سمجھنے میں زبان کا اشکال اس کے سد راہ نہیں ہو سکتا اور متوسط ذہن کا انسان ایک سال میں کیا کوئی دوسری زبان دنیا میں ایسی سہل اور ایسی باقاعدہ ہے- وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

احادیث و روایات تو ایک ایسی قدرت کاملہ کی زبردست شہادت ہیں کہ اس کے واقعات و کمالات کا بیان کرنا ایک بڑے دفتر کو چاہتا ہے' خلاصہ یہ ہے کہ پینسٹھ فنون اس کے تحت میں ہیں اور ہر فن اپنی جگہ پر کامل اور اس کی تدوین انسانی قوت سے باہر حق تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں سے ان تمام

فنون کی بنیاد ڈالی اور انہیں کے ہاتھوں سے اس عمارت کو کامل کرایا- تمام دنیا نے ان کو بنیاد رکھتے ہوئے اور عمارت بناتے ہوئے دیکھا' سب کے منہ سے رال ٹپکنے لگی اور سب کی آنکھوں سے اشک حسرت جاری ہو گئے مگر کسی سے چربہ نہ اتر سکا یہ اثر ہے ثم ان علینا بیانہ کا ایسا کسی دوسرے سے بھی حق تعالیٰ نے کوئی وعدہ کیا ہوتا تو وہ ایسی عمارت بنا سکتا☆-

و الاً فلا-

☆ پادری لرے صاحب (بالقابہ) جب مصر وغیرہ بلاد اسلامیہ سے کچھ علوم اسلامیہ اور زبان عرب حاصل کر کے لکھنؤ تشریف لائے جو گورنمنٹ کی طرف سے ان اضلاع کے بڑے پادری ہیں تو برہنمائی قیس جان قلندر صاحب براہ کرم اس ناچیز کے پاس بھی تشریف لائے ان سے فن روایت کے متعلق گفتگو ہوئی اور ان کو بادل ناخواستہ ماننا پڑا کہ جیسی سند مسلمان ایک ضعیف حدیث کی اپنے نبی تک بیان کر سکتے ہیں ویسی سند بھی مسیحی اصحاب اپنی کتاب ربانی کے لئے اپنے خداوند تک نہیں بیان کر سکتے- والفضل ما شهدت به الاعداء ۱۲

باب اول

عرب کا زمانہ جاہلیت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد شروع ہوتا ہے مگر حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں عرب کے شہر مکہ کی تاریخ اس وقت سے شروع فرمائی ہے جب سے اس کی بنیاد قائم ہوئی۔

شہر مکہ کا دوسرا نام بکہ ہے اور لقب ام القریٰ ' حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے پیشتر ایک ریگستانی جنگل تھا نہ یہاں آبادی تھی نہ کسی قسم کی سبزی تھی نہ کہیں پانی کا نام و نشان تھا۔ فقط ایک باعزت مکان☆ تھا جس کا نام کعبہ ہے۔ بنیاد اس کی آبادی کی یہ ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم خداوندی اپنی بی بی حضرت ہاجرہ کو مع اپنے شیر خوار بچہ حضرت اسمٰعیل کے○

☆ اس مکان کے بانی حضرت آدم علیہ السلام تھے طوفان نوح میں اس کی عمارت منہدم ہو گئی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ اس کی تعمیر کی اس تعمیر ثانی کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے جو آگے بیان ہو گا۔

○ حکم خداوندی صرف یہ تھا کہ بے آب و گیاہ جنگل میں چھوڑ آؤ اور اس مقام کی تخصیص محض بہ نیت اقامت نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی طرف سے لی جیسا کہ آیت مندرجہ سے واضح ہے ۱۲

اس جنگل میں چھوڑ گئے اور وہاں ایک شہر کے آباد ہونے کی اور وہاں میوہ جات کی کثرت کی اور ایک باقوت رسول کے مبعوث ہونے کی دعا مانگی۔ یہی مبارک دعا اس مقدس شہر کی سنگ بنیاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا بَلَدًا ءَامِنًا وَٱرْزُقْ أَهْلَهُۥ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ

اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے پروردگار کر دے تو اس جنگل کو شہر امن دینے والا اور رزق دے تو یہاں کے رہنے والوں کو میووں سے

رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ

(اے ہمارے پروردگار بھیج تو ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھے ان کے سامنے تیری آیتیں اور سکھائے ان کو کتاب اور حکمت اور پاک کرے ان کو گناہوں سے' بہ تحقیق تو ہی غالب حکمت والا)

وَإِذْ قَالَ إِبْرَٰهِيمُ رَبِّ ٱجْعَلْ هَٰذَا ٱلْبَلَدَ ءَامِنًا وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ

(اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے پروردگار کر دے اس جنگل کو شہر کو امن دینے والا اور بچا تو مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے کہ پرستش کریں ہم بتوں کی۔

رَّبَّنَآ إِنِّىٓ أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِى بِوَادٍ غَيْرِ ذِى زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ ٱلْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجْعَلْ أَفْـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهْوِىٓ إِلَيْهِمْ وَ

أَرْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ

(اے ہمارے پروردگار میں نے بسا دیا اپنی کچھ اولاد کو ایک جنگل میں جو بے کھیتی والا ہے تیرے عزت والے گھر کے پاس اے ہمارے پروردگار تاکہ وہ قائم کریں نماز کو پس کر دے تو دلوں کو کچھ لوگوں کے کہ جھکیں ان کی طرف اور رزق دے ان کو میووں سے تاکہ وہ شکر کریں)

حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی یہ دعا قبول فرمائی اور اس کی قبولیت کا اظہار بھی متعدد آیات میں فرمایا۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ

(کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک امن دینے والا حرم بنا دیا اور ان کے آس پاس سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں)

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

(وہی ہے جس نے بھیجا امیوں میں ایک رسول ان میں سے جو پڑھتا ہے ان کے سامنے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت۔ اگرچہ تھے وہ لوگ پہلے سے یقیناً صریح گمراہی میں)

الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ

(کھانا دیا ان کو خدا نے بھوک سے اور امن دیا خوف سے)

کیا مقدس شہر ہے جس میں مخلوق کے گھروں سے پہلے خالق کا گھر بنا

اور خالق کا وہ گھر جس سے پہلے کوئی گھر اس کا روئے زمین پر کہیں نہ تھا جس قدر گھر خالق کے بنے سب بعد اس کے کیا بیت المقدس اور کیا کوئی دوسری مسجد و صومعہ۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ

(بے تحقیق سب سے پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں (کی عبادت) کے لئے یقیناً وہ ہے جو بکہ میں ہے برکت دیا ہوا اور ہدایت تمام عالم کے لئے)

اس بیت عتیق کی تعمیر ثانی جو کہ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے ہاتھوں سے ہوئی۔ قرآن کریم میں اس طرح مذکور ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ

(اور یاد کرو جب بلند کرتے تھے ابراہیم بنیادیں کعبہ کی اور اسمٰعیل (بھی ان کے ساتھ کام کرتے تھے)

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ

(اور یاد کرو جب نشان بتا دیا ہم نے ابراہیم کو کعبہ کی جگہ کا اور حکم دیا کہ نہ شریک کرنا میرے ساتھ کسی کو اور پاک رکھنا طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے۔)

اس مقدس گھر کی بزرگی یہاں تک پہنچی کہ خدا نے اس کو اپنا گھر فرمایا

اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم اور اپنے نبی حضرت اسمٰعیل کو اس گھر کا خادم اور جاروب کش بنایا۔

وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَـٰعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِينَ وَٱلْعَـٰكِفِينَ وَٱلرُّكَّعِ ٱلسُّجُودِ

(اور حکم دیا ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل کو کہ پاک رکھنا میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے۔)

وَأَذِّن فِى ٱلنَّاسِ بِٱلْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ

(اور اعلان دو لوگوں میں حج کا تاکہ آئیں وہ پیادہ پا اور ہر دبلے اونٹ پر سوار ہو کر جو آئیں گے راہ دور سے۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا کی مقبولیت کے آثار خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ جنگل بڑا اور با امن شہر بن گیا انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہاں کے رہنے والوں کو میووں سے رزق مل رہا ہے انہوں نے دیکھا کہ خدا کے گھر میں نماز کی اقامت ہو رہی ہے اور لوگ اس گھر کا طواف کرنے دور دور سے آ رہے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد پھر عرب میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تو کسی دوسرے مقام میں

بھی کوئی نبی نہ آیا۔ امتداد زمانے سے شرائع ربانیہ میں بہت کچھ تحریفیں ہو گئیں اور ابلیس کی تعلیمات کا ہر طرف رواج ہو گیا تمام دنیا تیرہ و تاریک ہو گئی۔

ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ

(بہ تحقیق ظاہر ہو گئی خرابی خشکی اور تری میں بسبب ان چیزوں کے جن کو کمایا لوگوں کے ہاتھوں سے)

خاص کر اہل عرب کی حالت اور بھی زیادہ تباہ تھی اور ان کی تباہی و بدکاری کے حالات کچھ تفصیل کے ساتھ ارشاد ہوئے ہیں، کفر و شرک اور طرح طرح کے فسق و فجور اور قسم قسم کے ظلم و جور کے علاوہ ایسے ایسے قبائح ان میں تھے جس کا کوئی حیوان بھی ارتکاب نہیں کرتا۔ منجملہ ان کے قتل اولاد کی رسم تھی جو بے محابا ہر طرف رائج تھی اور قتل اولاد کبھی تو اس وجہ سے ہوتا کہ جب کسی غریب کا بچہ دودھ چھوڑنے کے قریب ہوتا تو ماں باپ یہ سوچتے کہ خود ہمیں کو میسر نہیں ہوتا اس کو کہاں سے کھلائیں گے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ فطری محبت جس سے جانور بھی خالی نہیں ہوتے ان کے دل سے بالکل نکل جاتی تھی اور وہ بے زبان بچہ مار ڈالا جاتا تھا اس قتل میں بیٹے بیٹی کی کچھ قید نہ تھی اور کبھی صرف لڑکیاں قتل کی جاتی تھیں اس وجہ سے کہ لڑکی کا باپ نہایت ذلیل و خوار سمجھا جاتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَوْلَـٰدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَـٰقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْـًٔا كَبِيرًا

(اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو فقیری کے ڈر سے ہم ہی رزق دیتے ہیں ان کو اور تم کو بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے)

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَٰرَىٰ مِنَ ٱلْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ ۚ أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِى ٱلتُّرَابِ

اور جب خبر سنائی جاتی ہے ان میں سے کسی کو لڑکی کی تو دن بھر رہتا ہے چہرہ اس کا سیاہ اور وہ رنج میں بھرا ہوا رہتا ہے چھپتا ہے قوم سے بسبب برائی اس خبر کے جو اس کو دی گئی (اور یہ تردد ہوتا ہے کہ) آیا زندہ رکھے اس کو ذلت برداشت کر کے یا گاڑے اس کو زمین میں)

وَإِذَا ٱلْمَوْءُۥدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِأَىِّ ذَنۢبٍ قُتِلَتْ

(اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں قتل کی گئی)

اور منجملہ ان کے خدا کے لئے اولاد کا تجویز کرنا تھا اور اولاد بھی وہ جس کو اپنے لئے نہایت ناپسند کرتے تھے یعنی لڑکی۔

أَلَكُمُ ٱلذَّكَرُ وَلَهُ ٱلْأُنثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰٓ

(کیا تمہارے لئے لڑکا ہے اور اللہ کے لئے لڑکی تقسیم بڑی بے انصافی کی ہے)

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَـٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ

(اور جب خبر سنائی جاتی ہے ان میں سے کسی کو اس چیز کی جو رحمٰن کے لئے تجویز کرتا ہے تو دن

بھر اس کا چہرہ سیاہ رہتا ہے اور وہ غم میں بھرا رہتا ہے)

تجویز اولاد میں کفار قریش کے ساتھ یہود و نصاریٰ بھی شریک تھے یہاں یہود و نصاریٰ نے اتنی مہربانی کی تھی کہ خدا کے لئے اولاد نرینہ تجویز کی تھی۔

وَقَالَتِ ٱلْيَهُودُ عُزَيْرٌ ٱبْنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَـٰرَى ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ ٱللَّهِ

(اور کہا یہود نے کہ عزیر بیٹا ہے اللہ کا۔ کہا نصرانیوں نے کہ مسیح بیٹا ہے اللہ کا)

اور منجملہ ان کے یہ کہ کھانے پینے کی کسی چیز سے ان کو پرہیز و اجتناب نہ تھا کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو وہ نہ کھا لیتے ہوں جانور بھی اپنے اور اپنے بنی نوع کے مالوفات کے سوا کسی دوسری چیز کے کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ گھوڑا کبھی گوشت نہ کھائے گا بلی کبھی گھاس کا استعمال نہ کرے گی مگر اہل عرب کسی چیز پر بند نہ تھے اسی وجہ سے ان کے اشراف قبائل کا نام قریش مشہور ہوا۔ قرآن مجید میں اسی لئے ان کو حکم دیا گیا کہ

كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَـٰلًا طَيِّبًا

(کھاؤ اس چیز سے جو زمین میں ہے حلال پاکیزہ کو)

علاوہ ان کے حسب ذیل خلاف انسانیت عادتیں ان میں تھیں، یتیموں کا مال کھا جانا مال کی طرح اپنے مورث کی بیبیوں کو بھی جبراً" میراث میں لینا"

اپنی لونڈیوں سے زنا کی کمائی کرانا' اپنی بیبیوں☆ کو ستانا۔ جانوروں کو ایذا پہنچانا وغیرہ وغیرہ جس کا تذکرہ آیات ذیل میں ہے۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلْيَتَٰمَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ نَارًا

(بے شک جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ظلم سے سوا اس کے نہیں کہ وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ)

أَن تَرِثُوا۟ ٱلنِّسَآءَ كَرْهًا

(اور نہ وارث بنو عورتوں کے زبردستی)

☆ بیبیوں کے ستانے کے مختلف طریقے ایجاد کئے تھے۔ ایک یہ کہ طلاق دیتے اور عدت گزرنے لگتی تو پھر رجوع کر لیتے اور پھر طلاق دیتے پھر رجوع کر لیتے۔ مطلب یہ کہ دوسرے سے بھی اس کو نکاح کرنے کا موقع نہ دیتے اور خود بھی اپنے نکاح میں اس کو نہ رکھتے قولہ تعالیٰ فتذروھا کالمعلقۃ اور یہ بھی کرتے کہ طلاق دیتے تو اپنے گھر سے نکال دیتے عدت کے زمانے کا نفقہ دینا درکنار جو کچھ مال ان کو بحالت زوجیت دیا تھا وہ بھی واپس لیتے۔ زیور لباس سب اتار لیتے اور بڑی ذلت کے ساتھ نکال باہر کرتے۔ قولہ تعالیٰ ولا تاخذوا مما اتیتموھن دوسرے یہ کہ عورتوں کو میراث بھی نہ دیتے تھے۔ قولہ تعالیٰ وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون تیسرے یہ کہ عورتوں پر مار پیٹ بھی کرتے تھے۔ الغرض بالکل زر خرید لونڈی کی طرح بی بی کو ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔ ۱۲

جانوروں کے ایذا پہنچانے کے لئے علاوہ کان کاٹنے کے دوسرے طریقے بھی تھے۔ زندہ اونٹ کا کوہان کاٹ کر زندہ دنبہ کی چکی کاٹ کر کھاتے تھے۔ ۱۲

مثلاً برہنہ ہو کر مسجد میں عبادت کرنا خصوصاً طواف کرنا بہت عمدہ بات سمجھتے تھے۔ قولہ تعالیٰ خذوا زینتکم عند کل مسجد اور مثلاً آپس میں لڑنا خونریزی کرنا ان کی طبیعت ثانیہ تھی' اسی قسم کی بہت سی باتیں ہیں اور یہ سب باتیں علاوہ شرک و کفر کے ہیں۔ ۱۲

وَلَا تُكْرِهُوا۟ فَتَيَٰتِكُمْ عَلَى ٱلْبِغَآءِ

(اور نہ مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو زنا پر)

وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ

(اور عورتوں کا بھی حق ہے (مردوں پر) جیسا مردوں کا حق ان پر ہے)

فَلَيُبَتِّكُنَّ ءَاذَانَ ٱلْأَنْعَٰمِ

(پس ضرور ضرور کاٹیں گے وہ کان چوپایوں کے)

عرب کی گمراہی صرف انہیں چند باتوں میں محدود نہ تھی بلکہ کوئی خرابی ایسی نہ تھی جو ان میں نہ ہو۔ ابھی بہت سی باتیں ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں مگر بخیال اختصار ان کا تذکرہ ترک کر دیا جاتا ہے۔

یہ حالت گمراہی اور وحشت و جہالت کی برابر ترقی کرتی رہی یہاں تک کہ جب حد کمال کو پہنچ گئی تو خدائے تعالیٰ نے اپنا باعزت رسول ان میں بھیجا اور اس نے ان کو کتاب و حکمت سکھائی اور ان کو پاک کر دیا۔ ﷺ

نبی امی ﷺ کی بعثت کے لئے خطہ عرب اور عرب میں بھی خاص کر شہر مکہ میں جن وجوہات سے ہوئی ان میں سے بڑی اور اصلی وجہ تو یہ ہے کہ۔

ٱللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُۥ

(اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کہاں رکھے رسالت اپنی)

اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا

(اور بنایا ہے اللہ نے ابراہیم کو خلیل)

اور حق تعالیٰ سے انہوں نے یہ دعا☆ مانگی تھی کہ اسی شہر مکہ میں ایک نبی مبعوث ہو۔ نیز انہوں نے یہ دعا مانگی تھی کہ امامت عالم کا سلسلہ ان کی ذریت میں بھی قائم رہے اور اس دعا کی بہترین صورت یہی تھی کہ وہ نبی امی ﷺ جو علم الٰہی میں تمام عالم کے لئے آخری اور دائمی امام قرار پا چکا تھا جس کی امامت کے لئے کار پردازان قضا و قدر نے منسوخیت رکھی ہی نہ تھی وہ نبی خاص اسی شہر مکہ میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں جن کو اہل مکہ ہونے کا استحقاق سب سے زیادہ ہو انہیں کے یہاں پیدا کیا جائے۔

اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شریعت چونکہ دنیا کے لئے آخری شریعت تھی اور ایک زمانہ دراز تک لوگوں کو اس شریعت کے ساتھ مکلف کرنا منظور تھا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آپ کے معجزات بھی قوی

☆ حدیث صحیح میں خود رسول خدا ﷺ نے اس وجہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ انا دعاء ابراہیم یعنی میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمرہ ہوں۔ ۱۲

اور قائم الدہر ہوں۔ لہٰذا اور معجزات تو ہر جگہ ہو سکتے تھے مگر فصاحت و بلاغت قرآن کا معجزہ اور قوت تاثیر کا معجزہ جو عرب میں مبعوث ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا دوسری جگہ میسر نہ تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے وجوہات ہیں مثل اس کے کہ علم الٰہی میں کعبہ سرچشمہ ہدایت قرار پا چکا تھا اگر یہ آخری ہدایت کا چشمہ جس کے بعد پھر کوئی دوسری ہدایت دنیا کی قسمت میں نہ تھی کعبہ سے نہ جوش کرتا تو کعبہ اس شرف سے جو روز ازل سے اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا محروم رہ جاتا۔

الغرض ان وجوہ سے آنحضرت ﷺ شہر مکہ☆ کے خاندان بنی ہاشم میں سردار مکہ حضرت عبدالمطلب کے گھر میں پیدا ہوئے۔

☆۔ مکہ کے تمام رہنے والوں میں قریش میں بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں بنی عبدالمطلب اہل مکہ کے لقب کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ یہی لوگ مکہ کے سردار اور کعبہ مکرمہ کے متولی تھے۔ ۱۲

باب دوم

رسول خدا ﷺ کے حالات قبل از نبوت کی بھی ایک وافی مقدار قرآن کریم میں مذکور ہے جو پیاسے کی پیاس بجھانے کے لئے کافی ہے۔ استیعاب و احاطے کا اس وقت ارادہ نہیں صرف ان چند عنوانوں کے متعلق آیتیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ آپ کا یتیم ہونا' آپ کا امّی ہونا' آپ کی مالی حالت' آپ کی اخلاقی حالت اور آپ کی عمر بوقت نبوت۔

آپ کا یتیم ہونا

یتیم زبان عرب میں اس نابالغ بچے کو کہتے ہیں جس کے باپ کا انتقال ہو جائے۔ رسول خدا ﷺ نہایت صغیر السن تھے کہ آپ کے والدین کی وفات ہو گئی بلکہ بقول صحیح آپ کے والد ماجد کی وفات آپ کی ولادت سے بھی پہلے ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ

(کیا نہیں (ہوا یہ کہ) پایا خدا نے تجھ کو یتیم بس ٹھکانا دیا اس نے تجھ کو)

اس سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔

اول یہ کہ آپ کے والد کا انتقال قبل آپ کے بلوغ کے ہوا قبل بلوغ شامل

ہے قبل ولادت کو بھی۔

دوم یہ کہ اس یتیمی کی وجہ سے آپ بے ٹھکانے ہو گئے مگر خدا نے آپ کے لئے ٹھکانا تجویز کر دیا وہ یہ کہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور ان کے انتقال کے بعد آپ کے چچا ابوطالب کے دل میں پرورش کا خیال پیدا کر دیا۔

حکمت آپ کے یتیم کرنے میں بہت ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ یتیم ہو جانے کی وجہ سے آپ کی تعلیم و تربیت نہ ہوئی لہٰذا جو علوم و معارف آپ سے ظاہر ہوئے ان کا خدا کی طرف سے ہونا کسی ذی عقل کے نزدیک محتاج برہان نہ رہا اور منجملہ ان کے ایک یہ کہ یہ عام بات ہے کہ یتیم کی عزت اور اس کی قدر و منزلت لوگوں کے دلوں میں نہیں ہوتی کیونکہ جانتے ہیں کہ اس کا کوئی حامی اور درد و قلق رکھنے والا نہیں ہے۔ جیسا باپ ہوتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یتیم کے معائب بہت جلد ظاہر ہو جاتے ہیں۔ محاسن اس قدر جلد شہرت نہیں پاتے لہٰذا حکمت الٰہیہ نے آپ پر یہ حالت طاری کر کے اس امر کو ثابت کر دیا کہ ایسے شخص کے معائب اگر علم میں نہ آئیں تو اس کی کوئی وجہ سوا اس کے نہیں ہو سکتی کہ اس کی ذات معائب سے بالکل پاک ہے۔

قران مجید میں جو حالات رسول خدا ﷺ کے بیان فرمائے گئے ہیں ان میں سب سے پہلا حال یہی ہے کہ آپ یتیم اور بے کس تھے۔

آپ کا اُمّی ہونا

اُمّی ۔ اسم منسوب ہے لفظ ام کی طرف ام کے معنی ماں کے ہیں یائے نسبت جو اس میں بڑھائی گئی تو یہ معنی ہوئے کہ وہ شخص جو ماں کی طرف منسوب ہو۔ یعنی جس حالت میں ماں کے پیٹ سے باہر آیا تھا وہ حالت اس کی قائم ہو نہ لکھنا جانتا ہو نہ اس نے کسی سے کچھ پڑھا ہو نہ کتاب سے نہ زبانی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ

(وہ نبی امی جس کو پاتے ہیں وہ لکھا ہوا۔ اپنے یہاں تورات میں اور انجیل میں)

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ

(اور اسی طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں ہم آیتیں (تاکہ متحیر ہوں کافر) اور کہیں کہ پڑھا ہے تو
نے)

مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ

(نہیں پڑھتے تھے تم اے نبی! اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتے اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے
ورنہ شک کرتے بدکار لوگ)

عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ نہ کوئی علم تھا نہ کوئی فن۔ ہاں قدرتی طور پر فصاحت و بلاغت ان کے کلام میں ہوتی تھی لیکن اس میں کمال مشق و مزاولت سے پیدا ہوتا تھا۔ لہٰذا اگر کسی نے لکھنا پڑھنا سیکھا بھی تو

اس کی انتہا یہ ہوتی تھی کہ وہ شعر و شاعری کی مشق و مزاولت کرتا تھا' سال بھر کے بعد مقام منیٰ میں جو مجمع شعراء کا ہوتا تھا اس میں شریک ہو کر اپنا کلام سنا دیتا تھا اور اس سے بھی زیادہ ترقی اگر کسی نے کی تو اپنے ملک کے خاندانوں کے نسب یاد کر لئے اس سے بھی زیادہ ترقی کی تو عرب کے گزشتہ زمانوں کے معرکے اور واقعات یاد کر لئے۔ اس کے آگے ترقی کی راہ بند تھی۔ بعض بعض لوگ مذکورہ بالا امور کے ساتھ کچھ لکھنا بھی سیکھ لیتے تھے۔

مگر رسول خدا ﷺ نے ان چیزوں میں سے بھی کوئی چیز نہ سیکھی تھی پس اگرچہ فی الحقیقت تمام عرب اُمّی تھے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ
وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

(وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اُمیوں میں ایک رسول ان میں سے جو پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی
اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب و حکمت)

لیکن آنحضرت ﷺ کے اُمّی ہونے کی شان دوسرے امیوں سے الگ تھی دوسروں کا اُمّی ہونا انسانی تھا۔ یعنی باعتبار علوم اور فنون اور معارف ربانیہ کے وہ لوگ اُمّی تھے اور آنحضرت ﷺ کا اُمّی ہونا حقیقی تھا کہ جن چیزوں کا تعلیم و تعلم عرب میں قدر قلیل رائج تھا۔ آپ ان چیزوں سے بھی پاک تھے۔

حکمت رسول خدا ﷺ کے اُمّی محض رکھنے میں حق تعالیٰ کی بہت سی

حکمتیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایسے اُمی شخص کے اخلاق و عادات بالکل ناہموار ہوتے ہیں علوم و معارف کا اس سے ظاہر ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ لہٰذا جس قدر علوم و معارف قرآن و حدیث میں وارد ہوئے اور ایسے وارد ہوئے کہ نہ آپ سے پہلے کسی نے ان کو بیان کیا نہ آپ کے بعد آپ کے بیان کو دیکھ کر کوئی شخص ان کا چربہ اتار سکا نہ ان پر کچھ اضافہ کر سکا۔ ان علوم و معارف کا ظہور اگرچہ اُمی نہ ہونے کی حالت میں بھی اعجاز تھا لیکن اُمی ہونے کی وجہ سے ان کے اعجاز کی قوت دوبالا ہو گئی۔ علاوہ ان علوم و معارف کے زمانہ گزشتہ کے جو حالات قرآن و احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور کتب الٰہیہ سابقہ کے جس قدر حوالے دیئے گئے ہیں وہ بھی اعجاز کی حد میں داخل ہو گئے۔ حق تعالیٰ کے جابجا انبیائے سابقین اور امم ماضیہ کے حالات بیان فرما کر اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اے نبی یہ حالات آپ کو وحی کے ذریعہ سے معود سر ہوئے ورنہ آپ ان حالات سے بالکل بے خبر تھے۔ علماء یہود اکثر آپ سے انبیائے سابقین کے حالات بطور طلب معجزہ کے دریافت کرتے تھے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ

(ہم بیان کرتے ہیں تجھ سے اے نبی ایک عمدہ قصہ (یعنی حضرت یوسف کا) بذریعہ اس کے وحی کیا ہم

نے آپ کی طرف اس قرآن کو اگرچہ اس سے پہلے آپ یقیناً بے خبروں میں سے تھے)

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ

(بہ تحقیق ہیں یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصے) میں معجزے☆ پوچھنے والوں کے لئے)

مَا كُنتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ

(نہیں تھے آپ اے نبی رہنے والے اہل مدین میں (کہ وہاں کے حالات آپ نے وہاں کے لوگوں سے سنے ہوں یا خود دیکھے ہوں)

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ

(اور نہیں تھے تم (اے نبی طور کے) مغربی سمت میں جب کہ نازل کیا ہم نے طرف موسیٰ کے حکم کو)

غرض جا بجا اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ زمانہ گزشتہ کی جس قدر چیزیں قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں یہ سب از قبیل اعجاز ہیں کیونکہ سب جانتے تھے کہ آپ کے پاس کوئی ذریعہ ان اخبار کے معلوم ہونے کا سوا وحی الٰہی کے نہیں ہے۔

☆ یہودیوں نے آ کر حضرت ﷺ سے پوچھا کہ حضرت یعقوب کا وطن تو ملک شام تھا بنی اسرائیل مصر میں کیسے پہنچے، جانتے تھے کہ آپ اُمی ہیں آپ اس کا سبب نہ بتا سکیں گے اس پر سورہ یوسف نازل ہوئی اور آپ کا معجزہ ظاہر ہوا۔

اگر آپ اُمی نہ ہوتے تو یہ چیزیں از قبیل اعجاز نہ ہوتیں گو آپ کا اعجاز منحصر اس میں نہیں ہے مگر حق تعالیٰ کو گوارا نہ تھا کہ کوئی قسم اعجاز کی آپ کی ذات گرامی کی زیارت سے محروم رہ جائے۔

ف - قرنوں بلکہ صدیوں کے بعد اب بعض مسیحیوں کو یہ ہوس دامن گیر ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے اُمی ہونے کا انکار کیا جائے اگرچہ یہ انکار کچھ مفید نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ کا اعجاز اس میں منحصر نہیں ہے بلکہ ہزارہا معجزات آپ کے ہیں کس کس کا انکار کیا جائے گا لیکن پھر بھی اہل نظر جانتے ہیں کہ یہ عذر بدتر از گناہ ہے۔

ضلع باندا کے ایک مسیحی فاضل کی تحریر اس کے متعلق میں نے دیکھی انہوں نے چند خود تراشیدہ قیاسات کی بنا پر دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ ملک شام تشریف لے گئے تھے اور وہاں بڑے بڑے علماء و احبار یہودی و عیسائی مذہب کے رہتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کا سا حریص بالعلم ایسے مخزن علم میں جائے اور وہاں کے علماء سے علم حاصل نہ کرے ممکن نہیں۔

مسیحی فاضل نے اس موقع پر آنحضرت ﷺ کا حریص بالعلم ہونا اپنی طرف سے تراش لیا۔ ورنہ ذرا بھی غور کرتے تو صاف ظاہر ہو جاتا کہ جس علم کے لئے وہ آنحضرت ﷺ کا حریص ہونا بیان کرتے ہیں وہ از قبیل محالات ہے کیونکہ جس چیز کا چرچا ملک بھر میں کہیں نہ تھا اس کا حرص کرنا طلب مجہول

مطلق ہے۔ جس کے محال ہونے میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ پھر اب آپ کے سفر کی حالت بھی دیکھئے ملک شام کی طرف آپ کے دو سفر ہوئے۔

○ ایک مرتبہ دس برس کی عمر میں اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ۔

○ دوسری مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تجارت کے لئے۔

پہلی مرتبہ شہر کے اندر تک داخل نہیں ہوئے۔ بحیرا راہب نے آپ کو واپس کر دیا۔ دوسری مرتبہ شہر کے اندر گو داخل ہوئے مگر ضروریات تجارت سے بہت جلد فراغت ہو گئی اور آپ واپس آ گئے۔ اور دونوں مرتبہ کا سفر حسب دستور قافلہ کے ساتھ ہوا۔ اگر آپ نے وہاں کسی عالم یہودی یا عیسائی سے خلوت کی ملاقات بھی کی ہوتی تو جس وقت آپ کی امیت کا دعویٰ قرآن کریم میں کیا گیا ہے اس وقت اہل مکہ جو آپ کی دشمنی میں سب سے فائق تھے اپنی عینی شہادتیں اس امر کی بیان کرتے کہ آپ نے ملک شام میں فلاں فلاں عالم سے علم حاصل کیا ہے۔ بلکہ ان کی دشمنی کے واقعات پیش نظر رکھ کر بعید نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ملک شام سے کچھ ایسے لوگوں کو شہادت کے لئے مکہ میں بلاتے جو یہ کہتے کہ ہم سے انہوں نے علم حاصل کیا ہے اور جب اس وقت ایسا نہ ہوا تو اب محض خود تراشیدہ قیاسات بلکہ وہمیات کی بنا پر آپ کے اُمی ہونے کا انکار کسی طرح زیبا نہیں ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے جس قدر حالات بیان کئے گئے ہیں اگر ان میں کسی کو بھی کلام کرنے کی گنجائش ملتی تو کفار عرب کوتاہی نہ کرتے اور ان لوگوں کے اعتراضات آج تک منقول ہوتے اور ایسی حالت میں ضروری تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو بھی آپ کی صداقت کا دل میں یقین نہ ہوتا اور جس کی صداقت کا دل میں کامل یقین نہ ہو اس کے لئے ایسی جان نثاری ہرگز نہیں کی جا سکتی جیسے آپ کے صحابہ کرامؓ سے ظاہر ہوئی۔ لہٰذا قرآن کریم کے کسی بیان پر اب اتنی صدیوں کے بعد کچھ شک کرنا دانش مندی و انصاف کا خون کرنا ہے۔
چونکہ مال و دولت سب سے زیادہ عیب پوشی کی چیز ہے جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے۔

اے زر تو خدا نہ و لیکن بخدا ستار عیوبی و قاضی الحاجاتی

لہٰذا حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو جب کہ عیب پوشی کے ادنیٰ ادنیٰ ذریعہ سے محفوظ رکھا تو ضروری تھا کہ اس بہترین ذریعہ سے بھی محفوظ رکھتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ چالیس برس کی عمر تک مال و دولت سے بالکل تہی دست رہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ

(اور پایا پروردگار نے تجھ کو اے نبی مفلس تو غنی کر دیا اس نے (تجھ کو)

عائل اسم فاعل ہے عول کا عول کے معنی لوٹنا چونکہ مفلس آدمی اکثر دروازوں پر لوٹتا یعنی بار بار جاتا رہتا ہے اس وجہ سے مفلس کو عائل کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ پر وہ انتہائی حالت افلاس کی طاری تھی کہ اس حالت میں انسان در بدر کی بھیک مانگتا پھرتا ہے مگر پروردگار نے آپ کو غنی کر دیا اب غنی کر دینے سے یا تو غنائے نفس مراد لی جائے یعنی آپ کے نفس مقدس کو مال و دولت سے بے پرواہ بنا دیا کہ کھانے کو مل گیا تو کھا لیا دوسرے وقت کی کچھ فکر نہیں نہ ملا تو کچھ رنج نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ اصل غنا نفس کا غنی ہونا ہے یا غنا سے مال و دولت کا عطا فرمانا مراد ہو تو اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا نکاح خدا نے کرا دیا اور وہ بڑی مال دار تھیں ان کا مال سب آپ کے تصرف میں آیا اور یہی مراد ہے مگر بعضے کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو حق تعالیٰ نے آپ کا متبع اور آپ کا شیفتہ بنا دیا اور وہ بھی بڑے مال دار تھے انہوں نے اپنا سب مال آپ کے حکم سے آپ کی مرضی میں صرف کر دیا یہ مراد ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اگر غنائے مالی مراد لیا جائے تو نہ صرف یہ دونوں صورتیں بلکہ اخیر وقت تک جس قدر فتوحات ہوئے اور جس قدر مال غنیمت آیا سب فاغنی کے تحت میں داخل ہے۔
ایک مدت دراز تک آپ کا مفلس رہنا اور باوجود انتہائے افلاس کے

کسی فرد بشر کا آپ کے کسی عیب پر مطلع نہ ہونا بڑی روشن دلیل ہے کہ آپ کی ذات اقدس عیوب سے بالکل منزہ و مبرا تھی۔

احادیث صحیحہ میں تو بہت تفصیل کے ساتھ رسول خدا ﷺ کے حالات تہی دستی اور بے زری کے منقول ہیں لیکن چونکہ یہاں قرآن کریم کے علاوہ اور کسی چیز کا حوالہ مد نظر نہیں ہے لہٰذا اس بیان کو ختم کیا جاتا ہے۔ لیکن سمجھ لینا چاہئے کہ لفظ عائلاً کی جو آیت مذکور میں وارد ہوئی ہے بہت حاوی لفظ ہے اور مفلسی اور بے زری کے اس انتہائی مرتبہ کو بیان کر رہی ہے جس سے مافوق کوئی مرتبہ مفلسی و بے زری کا متصور نہیں ہو سکتا۔

آپ کی اخلاقی حالت

قبل نبوت کے رسول خدا ﷺ کی وہی حالت تھی جو تمام اہل مکہ کی تھی۔ فرق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی فطری لطافت و ذکاوت سے ان قبائح سے مجتنب رہتے تھے جن کی قباحت کا ادراک کرنے کے لئے عقل انسانی کافی ہو سکتی تھی مثل شرک، شرب خمر و کذب و دیگر فواحش اور ان محاسن کے ساتھ بھی آپ موصوف تھے جن کا حسن و ادراک کرنے کے لئے عقل انسانی کافی ہے۔ مثل مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے اور اصحاب حاجت کی حاجت براری وغیرہ کے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ

(نہیں ہیں آپ نرالے رسولوں میں سے)

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا

(یہی طریقہ ہے ان لوگوں کا جن کو بھیجا ہم نے آپ سے پہلے اپنے پیغمبروں میں سے)

معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے اور انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت مجتنب رہتے تھے ان سے آپ بھی مجتنب رہے اور یہ امر قطعی ہے اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کذب و شرک و تمام فواحش عقلیہ سے مجتنب اور تمام محاسن عقلیہ سے متصف ہوا کئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ علاوہ صادق اور امین ہونے کے نہایت نرم دل خلق خدا پر شفقت کرنے والے اور شیریں کلام تھے جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔

لیکن باوجود ان محاسن عقلیہ کے محاسن شرعیہ سے آپ بالکل بے خبر تھے محاسن شرعیہ کی اصل اصول یعنی ایمان باللہ کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ

(اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اس نے (آپ کو))

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمٰنُ

(نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتاب خدا اور نہ (یہ جانتے تھے کہ) ایمان (بالله کیا چیز ہے)

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ

(نہیں جانتے تھے اس کو آپ اور نہ آپ کی قوم (کے لوگ)

اخلاق محاسن کی تین جز ہیں۔ تہذیب اخلاق' تدبیر منزل' سیاست مدن۔ ان تینوں سے آپ قطعاً" و اصلاً" بے خبر تھے۔ جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہو سکتی تھی۔

کبھی کچھ ایسے کلمات آپ کی زبان سے صادر نہیں ہوئے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اپنے لئے اس مرتبہ عظمیٰ کی امید رکھتے ہیں جو چالیس برس کے بعد آپ کو عنایت ہوا۔

اگرچہ صراحۃ" قرآن کریم میں بیان نہیں ہوئی مگر اوپر ایک آیت منقول ہو چکی ہے جو اور رسولوں کی کیفیت تھی وہی آپ کی بھی تھی۔ اور رسولوں کی کیفیت قرآن کریم میں یہ بیان ہوئی ہے کہ چالیس برس کی عمر میں ان کو نبوت ملی لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کی عمر بھی اس وقت چالیس سال کی تھی۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

حَتّٰى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً

(جب پہنچا اپنی پوری قوت کو اور پہنچا چالیس برس کو)

باب سوم

قرآن مجید میں رسول خدا ﷺ کی نبوت اور آپ کی نبوت کے دلائل بھی مذکور ہیں اور اس قدر مذکور ہیں کہ اس سے زیادہ بسط و تفصیل کی حاجت کسی انسان کو نہیں ہو سکتی سب سے پہلے چند وہ آیتیں نقل کی جاتی ہیں جن میں آپ کی نبوت کا تذکرہ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ

(نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ

(کہہ دو (اے نبی) کہ سوا اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں مثل تمہارے وحی نازل ہوتی ہے مجھ پر)

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا

(بہ تحقیق بھیجا ہم نے ایک رسول حاضر رہنے والا گواہی دینے والا اوپر تمہارے۔ جس طرح بھیجا تھا ہم نے طرف فرعون کے ایک رسول)

حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ

(یہاں تک کہ آگیا ان کے پاس حق اور رسول ظاہر)

رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً

(ایک رسول ہے اللہ کی طرف سے جو پڑھتا ہے اوراق پاکیزہ)

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ

(بہ تحقیق آپ ہیں رسولوں میں سے)

لِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا

(تاکہ ڈرائیں آپ ام القریٰ یعنی مکہ اور اس کے گرد کی بستیوں کو)

لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

(تاکہ ہو جائے تمام عالم کے لئے ڈرانے والا)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا

(اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر)

اب وہ چند آیتیں نقل کی جاتی ہیں جن میں آپ کی نبوت کے دلائل بیان کئے گئے ہیں اگرچہ اس کا حق یہ تھا کہ پوری بسط و تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا اور شروع سے آخر تک قرآن کریم کا تتبع کر کے تمام وہ آیتیں یک جا کر دی جاتیں جن میں آپ کی نبوت کے دلائل ارشاد ہوئے ہیں۔ اس وقت معلوم ہوتا کس قدر متعدد اقسام کے دلائل ذکر فرمائے گئے ہیں اور ہر قسم کے کس قدر جزئیات دکھائے گئے ہیں لیکن اس وقت محض نمونے کے طور پر ایک خاکہ کھینچنا مد نظر ہے۔

واضح رہے کہ منجملہ بہت سے اقسام دلائل کے ایک قسم خوارق

عادات ہیں اور ایک قسم پیغمبر کے صفات حمیدہ ہیں اور ایک قسم انبیائے سابقین کی پیشین گوئیاں ہیں۔ پیغمبر کے صفات حمیدہ میں ایک ان کا ذاتی چال چلن ہے جس کو سیرت کہتے ہیں جو شامل ہے عبادات و معاملات کو اور دوسرے ان کی تعلیم کا اثر اور اس کا نتیجہ ہے، یہاں بوجہ تنگی مقام کے انہیں چند عنوانوں کے متعلق کچھ آیتیں نقل کی جاتی ہیں اور آخر میں کچھ آیتیں متعلق رفع شکوک مخالفین کے نقل کی جاتی ہیں۔

خوارق عادات

یعنی وہ امور جن کا صدور انسان سے عادتاً ناممکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے بکثرت ظہور میں آئے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ

(جب یہ لوگ (کوئی نشانی نبی کے سچے ہونے کی) دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے برابر جاری رہنے والا)

ف۔ معلوم ہوا کہ نبوت کی سچائی کی یہ نشانی ایسی ہوتی تھی جس کو وہ از قسم جادو کہتے تھے اور چونکہ بکثرت پے در پے ان نشانیوں کا ظہور ہوتا تھا اس لئے وہ اس کو مستمر کہتے تھے کہ اس کا سلسلہ برابر جاری و ساری ہے۔

بعض ملحد خوارق عادات کے منکر ہیں وہ اس قسم کی آیتوں کا کیا جواب

دے سکتے ہیں وہ اس قسم کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں جن میں یہ مضمون ہے کہ کوئی معجزہ اس نبی نے کیوں نہ دکھا دیا قولہ تعالیٰ لو لا انزل علیہ ایۃ مگر یہ بالکل مثل لا تقربوا الصلوۃ کی سی ہے کیونکہ یہاں معجزہ سے مراد معجزات خاص ہیں کافروں کی درخواست ہوئی کہ یہ خاص معجزہ دکھایئے کہ آپ قربانی کیجئے اور آگ آسمان سے آکر اس قربانی کو کھا جائے اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ کوئی ضرورت اس خاص معجزہ کی نہیں ہے معجزے سب برابر ہیں اس کا تذکرہ بہت سی آیات قرآنی میں ہے۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں خود اس کی تخصیص موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کما ارسل الاولون

خوارق عادات کے بھی بہت سے اقسام ہیں منجملہ ان کے معجزات عالم کلام ہیں، علام کلام کے معجزات میں قرآن مجید آپ کا زندہ معجزہ ہر وقت ہر شخص کی نظر کے سامنے ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ

(کہ تو اگر ہو تم شک میں اس چیز کی طرف سے جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کی تو ایک سورت اس کے مثل لے آؤ)

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا

(پس اگر نہ کیا تم نے اور ہرگز نہ کر سکو گے)

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا

يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا

(کہ تو اگر متفق ہو جائیں انسان اور جنات اس بات پر کہ بنا لائیں مثل اس قرآن کا تو بھی نہ بنا سکیں گے مثل اس کے اگرچہ ہو جائے ایک دوسرے کا مددگار)

یہ معجزہ بہت زیادہ وقیع ہو جاتا ہے جب آنحضرت ﷺ کے امی ہونے کا اور مشق فصاحت و بلاغت کے اجتماع سے علیحدہ اور بے تعلق رہنے کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

مثل قرآن سے صرف فصاحت و بلاغت ہی میں مثل ہونا مراد نہیں ہے جیسا کہ اکثر عوام کا خیال ہے بلکہ علاوہ فصاحت و بلاغت کے بہت سے معجزات قرآن کریم میں ہیں مثل عدم اختلاف اور علوم و معارف و اخبار غیب وغیرہ کے۔

اور منجملہ خوارق عادات کے آپ کا تصرف کرنا ہے عالم علویات میں یعنی چاند ستاروں وغیرہ میں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ

(قریب آ گئی قیامت اور پھٹ گیا چاند)

اہل مکہ نے ایک مرتبہ آپ سے درخواست کی کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے تو ہم آپ پر ایمان لائیں تو آپ نے انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے انہیں دکھا دیئے اور دونوں ٹکڑے اس قدر فاصلے سے ہو گئے

کہ کوہ حرا ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان میں نظر آتا تھا۔

اور منجملہ خوارق عادات کے تصرف کرنا آپ کا بسائط عالم یعنی عناصر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ

(پس تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا)

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

(نہیں پھینکی (خاک) تم نے اے نبی! جب کہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی)

یہ واقعہ غزوہ بدر کا ہے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ غزوہ بدر میں بارگاہ الٰہی میں عرض و معروض کر رہے تھے کہ اے پروردگار اگر یہ چند مسلمان اس لڑائی میں ہلاک ہو جائیں گے تو پھر تیری عبادت روئے زمین سے موقوف ہو جائے گی۔ پھر باشارہ جبرئیل علیہ السلام آپ نے یک مشت خاک کافروں کی طرف پھینکی وہ ایک مٹھی تمام لشکر میں ہر ہر کافر کی آنکھ اور منہ اور نتھنوں میں پہنچی پس انہوں نے بھاگنا شروع کیا بعد اس کے حضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو حملے کا حکم دیا بڑے بڑے سرداران قریش قتل و قید ہوئے۔ (تفسیر مظہری بحوالہ بیہقی)

اس واقعہ کا خارق عادت ہونا اسی سے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کا صدور آپ کی ذات سے نفی کر کے اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور منجملہ ان

کے معجزہ متعلق یہ ہوا ہے۔ اور فرمایا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا

(اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ آئے تمہارے پاس لشکر (کافروں کے) پس بھیجی ہم نے ان پر ہوا اور ایسی فوجیں کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو)

معجزہ غزوہ احزاب میں ظاہر ہوا اور اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں سب کافروں نے مل کر چڑھائی کی تھی کفار قریش اور غطفان اور یہود قریظہ و بنی نضیر یہ سب مل کر بارہ ہزار مردان جنگی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک سخت ہوا ان پر مسلط کر دی اور ایسا ہوا کہ اس ہوا کے باعث سے سردی ان کے یہاں سخت ہو گئی اور ہوا اس قدر تیز تھی کہ گرد و غبار ان کی آنکھوں میں پڑتا تھا اور ان کے خیمے اکھڑ گئے اور آگ بجھ گئی۔ المختصر ایسی سخت حالت طاری ہوئی کہ ان کے حواس بگڑ گئے اور ان کو بھاگتے ہی بن پڑا اسی مضمون کو رسول خدا ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

نصرت بالصبا و اهلكت عاد بالدبور (بخاری)

(میری مدد کی گئی پروا ہوا سے اور ہلاک کی گئی تھی قوم عاد پچھوا ہوا سے)

اور منجملہ خوارق عادات کے تصرف ہے حواس انسانی پر۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَيُقَلِّلُكُمْ فِىٓ أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ ٱللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا

(اور کم دکھلاتا تھا اللہ تم کو ان کی آنکھوں میں تاکہ پورا کرے اللہ اس کام کو جو مقدر ہو چکا تھا)

یہ معجزہ غزوہ بدر میں ظاہر ہوا کہ کافروں کی تعداد مسلمانوں سے تگنی تھی مگر حق تعالیٰ نے فریقین کی آنکھوں پر ایسا تصرف کیا کہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے زائد دیکھتے تھے اور مسلمان ان کو اپنے سے کم دیکھتے تھے۔

اور منجملہ خوارق عادات کے اخبار غیب کی دو قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ گزشتہ زمانے کی خبریں جو آپ نے بیان کیں جن کا کچھ مجمل ذکر باب دوم میں آپ کے امی ہونے کے بیان میں گزر چکا۔

دوسرے یہ کہ آئندہ زمانے کی خبریں جو آپ نے بیان فرمائیں جن کو پیشین گوئیاں کہتے ہیں۔ پیشین گوئیاں بھی قرآن میں بہت ہیں جن کو پورا ہوتے ہوئے تمام عالم نے دیکھا نمونے کے طور پر دس پیشین گوئیاں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ فتح خیبر کے متعلق آیت

وَأَثَٰبَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً

(اور بدلہ میں دی ان کو ایک فتح قریب اور غنیمتیں بہت)

۲۔ عمرۃ القضا کے متعلق

لَتَدْخُلُنَّ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ

(ضرور ضرور داخل ہو گے تم مکہ میں انشاء اللہ)

۳۔ فتح فارس و روم کے متعلق

وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا

(اور بہت سی فتوحات ہیں جن پر تم کو (ابھی) دسترس نہیں ہوا)

سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ

(عنقریب بلائے جاؤ گے تم ایک بڑی دہشت والی قوم (یعنی فارس و روم) سے لڑنے کے لئے تم

ان سے لڑو گے یہاں تک کہ وہ مطیع ہو جائیں گے)

۴۔ غلبہ روم کے متعلق آیت

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ

(مغلوب ہو گئے رومی قریب کی زمین میں۔ اور وہ پھر عنقریب غالب ہو جائیں گے)

۵۔ دفع شر مرتدین کے متعلق

مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ

(جو شخص تم میں سے مرتد ہو جائے گا اپنے دین سے تو خدا اپنے محب و محبوب لوگوں کو ان پر

مسلط کر دے گا)

۶۔ یہود تمنائے موت نہ کریں گے کے متعلق آیت

لَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا

(ہرگز نہ تمنا کریں گے یہودی موت کی)

۷۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے متعلق

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم

(وعدہ دیا اللہ نے مومنین صالحین کو تم میں سے کہ ان کو خلیفہ کرے گا زمین میں)

۸۔ غلبہ اسلام پر جمیع ادیان کے متعلق آیت کریمہ

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

(تاکہ غالب کر دے اس کو تمام دینوں پر)

۹۔ محفوظی آنحضرت ﷺ کے متعلق

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ

(اللہ محفوظ رکھے گا آپ کو لوگوں سے)

۱۰۔ حفاظت قرآن، جمع قرآن، ابقائے سلسلہ درس قرآن و توضیح مطالب قرآن کے متعلق آیات کریمہ

إِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

(ہم قرآن کے محافظ ہیں)

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

(ہمارے ذمہ ہے قرآن کا جمع کرنا۔ اور اس کا پڑھوانا۔ پھر ہمارے ذمہ ہے واضح کرنا اس کا)

خوارق عادات کا بیان ختم کیا جاتا ہے اگرچہ ابھی قرآن ہی میں آپ کے خوارق عادات کا ایک بڑا حصہ باقی ہے اور احادیث نبویہ میں تو ایک بڑا دفتر

ہے علمائے کرام نے مستقل کتابیں خاص آپ کے خوارق عادات ہی کے بیان میں تالیف کی ہیں جو روایتیں کہ صحت کے اعلیٰ رتبہ میں پہنچ گئی ہیں۔ اگر وہ روایتیں بھی اس مقام میں نقل کی جاتیں تو میرے التزام کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ وہ تمام حدیثیں شرح بلکہ تتمہ اس آیت کریمہ کی ہیں جس کو میں اوپر نقل کر چکا۔ قولہ تعالیٰ وَيَقُولُوا۟ سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ☆ مگر بوجہ ضیق مقام کے اس

☆ اس آیت کریمہ میں لفظ سحر اور مستمر نہایت غور سے دیکھنے کے قابل ہیں۔ ملحدین کے شک و شبہ کی شفا ان دونوں لفظوں میں موجود ہے۔ لفظ سحر صاف بتا رہی ہے کہ وہ نشانیاں جو کافر دیکھتے تھے ایسی اعجبی اور خلاف عادت ہوتی تھیں کہ وہ ان کو سحر سے تعبیر کرتے تھے۔ اسی کو خرق عادت کہتے ہیں اور لفظ مستمر اس بات کو بتا رہی ہے کہ یہ خوارق پے در پے اس کثرت کے ساتھ لگاتار ظاہر ہوئے کہ استمرار کا وصف ان کے لئے مخالفین نے خود اپنی زبان سے بیان کیا مگر صرف قرآن میں جس قدر معجزات مذکور ہیں گو وہ فی حد ذاتہ کافی اور بہت کافی ہیں لیکن اس قدر کثیر نہیں ہیں کہ ان کو مستمر کہا جائے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ علاوہ قرآن کے بھی احادیث میں جو معجزات مذکور ہیں ان کو تتمہ اور شرح اس آیت کی قرار دیا جائے۔

وقت اس قدر قلیل مقدار پر بادل ناخواستہ قناعت کرنی پڑی۔ انشاء اللہ تعالیٰ النجم میں بذیل عنوان "عقل سلیم و صراط مستقیم" جس وقت قیامت کی بحث جو اس وقت چل رہی ہے بعونہ تعالیٰ تمام ہو جائے گی تو نبوت کی بحث شروع کی جائے گی۔ اور جس قدر دلائل نبوت کے قرآن کریم میں مذکور ہیں سب کا استیعاب کیا جائے گا اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہو گا کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کو کس قدر بدیہی کر دیا ہے اور اس بدیہی کر دینے کے بعد ارشاد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَآ إِكْرَاهَ فِى ٱلدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَىِّ ۚ

نہیں ہے زبردستی کرنا دین میں (یعنی کسی کو زبردستی مسلمان بنانا نہ چاہئے کیونکہ) بہ تحقیق ظاہر ہو چکی ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو کر)

صفات حمیدہ

جیسا کہ اوپر بیان ہوا دو جزو ہیں ایک ذاتی چال چلن، دوسرے تعلیم اور اس کا نتیجہ یہ دونوں جز قرآن کریم میں بہ مقدار کافی مذکور ہیں اور علاوہ قرآن میں مذکور ہونے کے تمام دنیا آنکھوں سے دیکھ رہی ہے انصاف کو ہاتھ سے لے کر کوئی ذی عقل نہیں کہہ سکتا کہ یہ صفات حمیدہ آپ سے پہلے کسی

TooBaa-Research-Library

انسان میں تھے یا آپ کے بعد کسی انسان میں ہوئے ۔

فمن كان او من قد يكون كاحمد　　نظام لحق او نكال لملحد

متى يبد فى الداجى البهيم جبينه　　يلح مثل مصباح الدجى المتوقد

(پس کون ہوا ہے یا کون ہو گا مثل احمد ﷺ جو انتظام کرنے والا ہو حق کا یا سزا دینے والا ہو ملحدوں کو جب کھل جاتی ہے پیشانی ان کی شب تاریک میں۔ تو چمکتی ہے جیسے تاریکی میں روشن چراغ)

عبادات

یعنی حق تعالیٰ کے حقوق کے ادا کرنے میں آپ کس قدر کامل تھے'

حقوق خداوندی میں سب سے بڑا حق خدا کی حمد و ثنا اور اس کی توحید ہے ان دونوں چیزوں کے لئے تو کسی خاص آیت کا حوالہ دینا نہ چاہئے کیونکہ تمام قرآن ان دونوں چیزوں سے مالا مال ہے۔ خلاصہ سب کا اس آیت میں ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ　إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

(میں نے سامنے کر دیا رخ اپنا اس ذات کے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو درحالیکہ میں یک سو ہونے والا ہوں اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں' بے شک نماز میری اور قربانی میری اور

زندگی میری اور موت میری اللہ ہی کے لئے ہے جو رب ہے تمام عالم کا کوئی اس کا شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے فرمانبرداروں میں سے ہوں)

پھر عبادات میں سب سے اعلیٰ رتبہ نماز کا ہے تو اس کی یہ کیفیت تھی کہ علاوہ پانچ وقتی نمازوں کے رات آپ کی کبھی ایک تہائی کبھی نصف کبھی بقدر دو تہائیوں کے نماز میں صرف ہوتی تھی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنٰى مِن ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ

(بے شک آپ کا پروردگار جانتا ہے کہ آپ کھڑے رہتے ہیں (نماز تہجد میں) (کبھی) قریب دو ثلث رات کے اور کبھی نصف شب کے اور کبھی ایک تہائی شب کی اور ایک گروہ آپ کے ساتھ والوں میں سے)

حضرت حسان ؓ نے کیسا سچا مضمون نظم کیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ عنہ خیر الجزاء ۔

يبيت يجافى جنبه عن فراشه　　اذا استثقلت بالمشركين المضاجع

(رات گزارتے ہیں وہ اس حال میں کہ جدا رہتا ہے پہلو ان کا اپنے بستر سے جب کہ گراں بار ہو جاتے ہیں مشرکین سے بستر ان کے)

نماز سے روکنے کے لئے کفار مکہ نے کس قدر آپ کو ستایا کیسی کیسی ایذائیں دیں مگر آپ نے سب گوارا کیا مگر نماز ترک نہ کی یہاں تک کہ آپ

ستائے گئے کہ غضب الٰہی کو جوش آیا اور ان موذیوں کو سخت تہدید کی گئی جو خود کئی معجزات پر متضمن ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أَرَءَيْتَ ٱلَّذِى يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰٓ الی ان قال أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ ٱللَّهَ يَرَىٰ كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَٰذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُۥ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ

(کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جو روکتا ہے ہمارے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا نہیں جانتا وہ کہ اللہ دیکھتا ہے ہرگز نہیں اگر وہ نہ باز آئے گا تو ضرور ضرور گھسیٹیں گے ہم اس کو پیشانی کے بل وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطاکار ہے بس چاہئے کہ بلائے وہ (اپنی حمایت کے لئے) اپنی جماعت کو ہم بھی بلاتے ہیں) زبانیہ نام ہے ایک فرشتہ کا۔

نماز کے بعد صدقات کا رتبہ ہے صدقہ کی دو قسمیں ہیں مفروضہ جس کو اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں اور نافلہ جس کو عرف میں خیرات کہتے ہیں۔ زکوٰۃ تو مال داری پر ہوتی ہے جس سے حق تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا تھا رہی خیرات اس میں آپ کی حد یہ تھی کہ آپ کے جود و سخاوت کی مثال ہی نہیں بیان کی جا سکتی۔ نوبت یہ پہنچی کہ خود حق تعالیٰ نے آپ کو اس قدر کثرت سے منع فرمایا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ ٱلْبَسْطِ

(نہ کشادہ کیجئے اپنا ہاتھ پوری کشادگی سے)

قربانی و حج و دیگر عبادات کا حال آیت انی وجھت سے ظاہر ہے جو

اوپر منقول ہو چکی۔ اب آپ کے معاملات کی حالت بالاجمال بیان کی جاتی ہے۔

آپ ﷺ کے معاملات

یعنی مخلوق کے حقوق کے ادا کرنے میں آپ کی کیا حالت تھی اس کے کئی جز ہیں۔ ازواج کے حقوق' اولاد کے حقوق' اصحاب کے حقوق' عامہ مومنین کے حقوق' عامتہ الناس کے حقوق۔ آیات ذیل میں علی الترتیب یہ سب مضامین مذکور ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَٰنِ وَإِيتَآئِ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ

(بے تحقیق اللہ حکم دیتا ہے انصاف کا اور نیکی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور بری باتوں سے)

وَأَزْوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمْ ۗ وَأُو۟لُوا۟ ٱلْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِى كِتَٰبِ ٱللَّهِ

(اور بیویاں نبی کی ماں ہیں مسلمانوں کی اور سب قرابت والے ایک دوسرے کے حق دار ہیں کتاب اللہ میں)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا

(اے نبی اپنی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم چاہتی ہو زندگی دنیا کو اور اس کی آرائش کو تو آؤ میں

تم کو فائدہ دوں اور رخصت کر دوں رخصت کرنا اچھا)

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ ءَاتَيْتَهُنَّ

(یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی اور نہ رنجیدہ ہوں وہ اور خوش ہو

كُلُّهُنَّ جائیں وہ سب اس چیز سے جو دی آپ نے ان کو)

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِىٓ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ

(اور جب کہتے تھے آپ اس شخص سے جس پر احسان کیا اللہ نے اور احسان کیا آپ نے اس پر)

إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى ٱلنَّبِىَّ فَيَسْتَحْىِۦ مِنكُمْ

(یہ بات تمہاری ایذا دیتی تھی نبی کو مگر وہ شرم کرتے تھے تم سے)

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

(بہ تحقیق آگیا تمہارے پاس ایک رسول تمہاری قوم میں سے شاق ہے اس پر سرکشی کرنا تمہارا

حریص ہے وہ تم پر اور ایمان داروں پر شفیق و رحیم ہے)

لَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا۟ مُؤْمِنِينَ

(شاید اے نبی! آپ جان دے دیں گے اپنی اس رنج میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ

(آپ نے (اے نبی) بسبب رحمت خدا کے ان سب کے ساتھ نرمی کی)

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

(آپ نے بے شک آپ بڑی عمدہ صفت پر ہیں)

آپ کی تعلیم اور اس کا نتیجہ

آپ کی تعلیم کا زمانہ کل بیس سال ہے کیونکہ آپ بعد نبوت تئیس سال دنیا میں رہے ان میں ابتدائی تین سال میں آپ کو تبلیغ کا حکم نہیں ملا۔ بیس سال میں آپ نے ایسی کامل تعلیم دی کہ انبیائے سابقین علیہم السلام میں جن حضرات کو اس سے بدرجہا زائد مدت ملی تھی ان کی تعلیم میں بھی اس تعلیم کا عشر عشیر نہیں پایا جاتا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نو سو برس کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہے مَآ ءَامَنَ مَعَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلٌ یعنی بہت کم لوگ ان پر ایمان لائے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کے متبعین بوقت حکم جہاد کہتے ہیں۔ قال تعالیٰ فَٱذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَآ إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ
(اے موسیٰ تم جاؤ اور تمہارا خدا جائے ہم یہیں بیٹھتے ہیں۔)

بخلاف اس کے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

(اور دیکھا تو نے اے نبی! لوگوں کو کہ داخل ہو رہے ہیں دین خدا میں فوج کی فوج)

وہی عرب تھے کہ قبل از اسلام ان کی کیا حالت تھی آپس میں ایک دوسرے کے دشمن خون کے پیاسے اور بعد اسلام یہ کیفیت ہوئی کہ دو حقیقی بھائیوں میں بھی محبت و اتحاد کی نظیر نہیں مل سکتی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

(تم دشمن تھے خدا نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی ہو گئے)

یا تو یہ حالت تھی کہ خدا پرستی کا خواب بھی انہوں نے نہ دیکھا تھا یا یہ کیفیت ہوئی کہ دن رات سوا یاد خدا کے ان کا کوئی مشغلہ ہی نہ تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ

(پکارتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو صبح اور شام چاہتے ہیں رضامندی اس کی)

وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا

(تھے تم کنارے پر آگ کے خندق کے پس نجات دی اس نے تم کو)

تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا

(دیکھتا ہے تو ان کو رکوع میں اور سجدہ میں چاہتے ہیں وہ فضل خدا کا اور رضامندی)

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ

(بہ تحقیق خوش ہوا اللہ مومنوں سے جب کہ بیعت کرتے تھے وہ تجھ سے نیچے درخت کے پس معلوم کیا اللہ نے جو کچھ تھا ان کے دلوں میں)

دینی ترقی اور دینی شائستگی کی تو یہ حالت تھی دنیاوی ترقی کی یہ کیفیت تھی کہ اہل عرب وہی اہل عرب جن کو بکریوں کے چرانے کا بھی سلیقہ نہ تھا جہاں داری اور فرماں روائی کے اصول میں ماہر ہو گئے اور ایسے ماہر ہوئے کہ عرب و عجم بحر و بر کی بادشاہی ان کو ملی اور اتنی بڑی بادشاہی کو اس کمال اور اس خوبی سے انہوں نے انجام دیا کہ ان کو دیکھ کر بھی کوئی چربہ نہ اتار سکا غرض دین و دنیا دونوں میں وہ ایسے کامل ہوئے جس کی تفصیل کے لئے ایک بڑا دفتر چاہئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

(آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے دین تمہارا اور پوری کر دی تم پر نعمت اپنی)

اب باقی رہیں پیشین گوئیاں انبیائے سابقین کی تو کچھ آیتیں اس کے متعلق ابواب سابقہ میں منقول ہو چکی ہیں۔ قولہ تعالیٰ يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ (وقولہ تعالیٰ) مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ

دفع شکوک منکرین

نبوت کے خلاف حسب ذیل احتمالات منکرین پیش کرتے تھے یا پیش کر سکتے تھے۔

اول اپنی نام و نمود و شہرت و وجاہت کے لئے دعوئی نبوت کیا ہو پھر اس کی دو صورتیں ہیں اس نام و نمود وغیرہ سے کوئی نفع اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے مدنظر تھا یا نہ تھا۔ صورت اول کا نام طلب اجر ہے۔ صورت ثانی کا نام جنون ہے کیونکہ نام و نمود وغیرہ کے لئے ایسا کام کرنا جس میں جسمائی اور روحانی ضرر کا یقین کامل ہو اور نام و نمود وغیرہ کا حصول محض وہمی خیالی ہو سوا مجنون کے اور کس سے ہو سکتا ہے۔

دوم بہر صورت خواہ دعوئی نبوت سے طلب اجر مقصود ہو خواہ محض بطور جنون فعل عبث ہو آپ کی قوت تاثیر کی کیا وجہ ہے اس کے لئے دو احتمال تجویز کئے گئے۔

ایک یہ کہ معاذ اللہ آپ شاعر ہیں اور قوت شاعری کی وجہ سے لوگوں کا دل اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ معاذاللہ ساحر ہیں اور قوت سحر کے سبب سے لوگوں کے قلوب پر تصرف کر کے اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔

یہ کل چار صورتیں ہوئیں طلب اجر، جنون، شعر، سحر۔ اگرچہ کذب ہونے کی صرف یہی چار صورتیں عقل تجویز کرتی ہے مگر احتمال کے طور پر ممکن ہے کہ کوئی پانچویں صورت بھی بطور احتمال عقلی کے نکلے۔ لہٰذا کذب کو ایک پانچویں صورت سمجھنا چاہئے حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان پانچوں احتمالات کو اس شدید کے ساتھ باطل کیا ہے اور ایسے بینات و براہین ذکر فرمائے ہیں کہ ان پر مطلع ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے بطلان کو نظری نہیں کہہ سکتا۔

طلب اجر کے تفصیلی☆ واقعات تو ذکر نہیں فرمائے مگر متعدد آیات میں اس کی نفی فرمائی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

☆ تفصیلی واقعات اس کے جو اخبار متواترہ سے ثابت ہیں بکثرت ہیں منجملہ ان کے یہ کہ رسول خدا ﷺ نے کبھی کسی سے خود کچھ طلب نہ فرمایا اگر کسی نے از خود ہدیۃً کچھ دیا تو قبول کر لیا مگر اس کا معاوضہ زائد از اصل آپ کی عادت شریف میں داخل تھا۔ صدقہ خیرات جو ہر شخص کے لئے بوقت ضرورت جائز ہے اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ہمیشہ ہمیش حرام کر دیا بظاہر آخر میں ایک صورت سلطنت و بادشاہت کی حسب وعدہ الٰہی پیدا ہو چلی تھی مگر اس بادشاہت و سلطنت سے بھی نہ خود آپ نے کوئی نفع اٹھایا وہ فقر و فاقے جو پہلے تھے آخری وقت تک قائم رہے اور نہ اپنی اولاد کو اس سلطنت و بادشاہت کا حقدار بنایا اخیر وقت میں بجائے اس کے کہ اپنی اولاد کو یا اولاد کے مورث کو اپنا جانشین کرتے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اپنا جانشین کر دیا۔ مال متروکہ جو ہر شخص کی اولاد وغیرہ کو ملتا ہے آپ نے اپنی اولاد وغیرہ کو اس سے بھی محروم کر دیا اور اپنے مال متروکہ میں میراث کی ممانعت کر دی۔ یہ امور تمام انبیاء علیہم السلام میں مشترک ہیں ۱۲

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا

(کہہ تو نہیں مانگتا میں تم سے اس کی اجرت)

مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ

(کہہ تو جو کچھ مانگی ہو میں نے تم سے اجرت وہ تمہارے لئے ہے (یعنی مجھے نہ دینا)

جنون - یہاں جنون سے ایک عام معنی مراد لینا چاہئے جو ہر قسم کے اختلال دماغ کو شامل ہوں- خواہ وہ خلل دماغ کسی مرض خلقی یا عارضی کے باعث سے ہو اور خواہ وہ خلل دماغ کسی آسیب یا سحر کے سبب سے ہو- انبیاء علیہم السلام پر ان تمام اقسام اختلال کا شبہ کیا گیا ہے- قولہ تعالیٰ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ یعنی تجھے ہمارے کسی معبود نے آسیب پہنچا دیا ہے- و قولہ تعالیٰ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (یعنی تم لوگ جادو کئے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو)- حق تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ان تمام اقسام اختلال کی نفی آنحضرت ﷺ سے فرمائی ہے- خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ

(پھر غور کرو تم کہ تمہارے رفیق یعنی محمد ﷺ کو کچھ بھی جنون نہیں ہے)

ف - مطلب یہ کہ ہر شخص آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال و احوال پر غور کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ آپ کو خلل دماغ معاذاللہ نہ تھا صاحبکم کے لفظ سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ اے اہل مکہ تم کو پورا موقع ان کے

حالات پر غور کرنے کا مل چکا ہے کیونکہ اتنی عمر تک تمہارا ان کا ساتھ رہ چکا ہے - پھر دوسری آیت میں یہ بھی تعلیم فرما دیا کہ غور کرنے کا طریقہ کیا ہے- خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ

(قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جو لکھنے والے لکھتے ہیں کہ نہیں ہیں آپ افضل سے اپنے پروردگار کے مجنون اور بہ تحقیق آپ کے لئے ہے یقیناً ثواب بے انتہا اور بہ تحقیق آپ ہیں یقیناً بڑی (عمدہ) صفت پر پس عنقریب دیکھ لیں گے آپ اور دیکھ لیں گے یہ لوگ کہ تم میں سے کس کو خلل (دماغ) ہے آپ کو یا (ان کو)

ف - مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو آنحضرت ﷺ کے صفات حمیدہ پر غور کرنا چاہئے کیا ایسے حکیمانہ اقوال ایسے برگزیدہ عادات کسی مختل الدماغ میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ہو سکتے پس ثابت ہو گیا کہ آپ خدا کے فضل سے مجنون نہیں ہیں-

اس مضمون کو قلم اور قلم سے لکھی ہوئی چیزوں کی قسم کے ساتھ بیان فرمانے میں اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر جنون کا شبہ محض اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ دعویٰ نبوت و نزول وحی ان کو ایک تعجب انگیز خبر معلوم ہوتی ہے اور خیال کرتے ہیں کہ ایسا دعویٰ کوئی عقل مند نہیں

کر سکتا جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد ہوا ہے۔

بَلْ عَجِبُوٓا أَنْ جَآءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ ٱلْكَٰفِرُونَ هَٰذَا شَىْءٌ عَجِيبٌ

(بلکہ تعجب کیا کافروں نے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس ایک ڈرانے والا انہیں میں سے اور کہا انہوں نے کہ یہ عجیب بات ہے)

پس ان کو ہدایت ہوئی کہ تم قلم کو اور قلم کی لکھی ہوئی چیزوں کو دیکھو بالکل دعوئی نبوت کے مشابہ پاؤ گے حالانکہ قلم کو کوئی بھی مجنون نہیں کہتا بوجہ اس کے کہ اس کے عادی ہو رہے ہیں قلم میں اور نبی میں کیا مشابہت ہے دیکھو جس طرح نبی کا دعوئی یہ ہے کہ مجھے اس ذات اقدس کی کتاب و احکام معلوم ہوتے ہیں جس کے ہاتھوں میں ہوں اور میری جان ہے اور ان کے اظہار پر میں مامور ہوں اس طرح قلم کا دعوئی یہ ہے کہ مجھے اس شخص کے ضمیر پر اطلاع ہوتی ہے جس کی انگلیوں کے درمیان میں ہوں اور میں اسی ما فی الضمیر کے اظہار پر مامور ہوں اور جس طرح قلم کی لکھی ہوئی عبارات اس کے دعوے کے صادق ہونے کی دلیل ہے اسی طرح نبی ﷺ کے زبان اقدس سے نکلی ہوئی باتیں اس کے دعوئی کی صداقت پر دلیل ہیں۔ یہ حکمت اس قسم کی شاید تفاسیر میں نہ ملے ھذا ما علمنی ربی فلہ الحمد اور آخر میں جو فرمایا کہ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے یہ بھی دیکھ لیں گے اس

سے مراد دنیا ہی میں دیکھ لینا ہے۔ چنانچہ غزوہ بدر سے یہ امر مشاہدہ میں آنے لگا اور فتح مکہ سے اس مشاہدہ کی تکمیل ہو گئی کہ کس کا دماغ صحیح تھا اور کس کے دماغ میں خلل تھا۔

شعر یہاں اس سے مراد کلام موزوں نہیں ہے بلکہ امور غیر واقع کو اپنی قوت خیالیہ سے ایسے دلکش پیرایہ میں بیان کرنا کہ لوگوں کی طبیعت اس پر مائل ہو۔ حق تعالیٰ نے اس کی نفی بھی آنحضرت ﷺ سے کئی طرح فرمائی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا عَلَّمْنَٰهُ ٱلشِّعْرَ وَمَا يَنۢبَغِى لَهُۥٓ

(اور نہیں سکھایا ہم نے اس کو شعر اور نہ شعر اس کے مناسب ہے)

ف۔ مطلب یہ کہ تم جانتے ہو کہ شعر بغیر کسی سے سیکھے ہوئے نہیں آتا اور محمد ﷺ نے دنیا میں کسی سے شعر کیا معنی کچھ بھی نہیں سیکھا اگر سیکھا تو ہم سے سیکھا اور ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور ایسا فعل ان کی شان کے مناسب بھی نہیں کیونکہ ان کے اقوال و افعال و احوال شاعروں کے افعال و اقوال و احوال سے کچھ بھی مشابہت و مناسبت نہیں رکھتے۔

وَٱلشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ ٱلْغَاوُۥنَ ﴿۲۲۴﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِى كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿۲۲۵﴾

(شاعروں کی پیروی کرتے ہیں گمراہ لوگ کیا نہیں دیکھا تو کہ وہ ہر جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور

بے شک وہ کہتے ہیں ایسی باتیں کہ کرتے نہیں)

ف - یعنی شاعروں میں ان تین باتوں کا ہونا ضروری ہے اور محمد ﷺ میں ان تین باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔

اول یہ کہ شاعروں کی تعلیم ایسے باکمال لوگ نہیں پیدا کر سکتی جیسے باکمال لوگ محمد ﷺ کی تعلیم نے پیدا کئے بلکہ شاعروں کی تعلیم سے ہمیشہ گمراہی اور بد اخلاقی پیدا ہوتی ہے۔

دوسرے یہ کہ شاعر لوگ ہر جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں زمین آسمان کے قلابے ملایا کرتے ہیں ان کی باتوں میں ایسے عمدہ اور نفیس قوانین حکمت کے نہیں مل سکتے ہیں جیسے محمد ﷺ کی باتوں میں ہیں۔

تیسرے یہ کہ شاعر لوگ خود اپنی تعلیم پر عمل نہیں کرتے بخلاف اس کے محمد ﷺ جو تعلیم دیتے ہیں اس پر خود بھی عامل ہیں۔

سحر اور کذب دونوں کی نفی حق تعالیٰ نے یوں فرمائی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

(میں رہا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے پس کیا تم نہیں سمجھتے)

ف - مطلب یہ کہ چالیس برس کی عمر میرے تمہارے درمیان میں گزری تم میری ہر ہر آن کے حالات سے واقف ہو بتاؤ کہ سحر میں نے کس سے سیکھا

اور کب سیکھا اور کہاں سیکھا۔ اور کذب مجھ سے کب صادر ہوا اور کیا صادر ہوا اور جب تم یہ نہیں بتا سکتے تو رجماً بالغیب مجھے ساحر یا کذاب کہہ دینا ہرگز کسی عقل مند کے نزدیک قابل سماعت نہیں ہو سکتا۔

ان احتمالات کے باطل ہو جانے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ دنیا میں کوئی شخص انصاف و عقل کو ہاتھ میں لے کر آنحضرت ﷺ کی نبوت حقہ کے انکار کی جرات کر سکتا ہے۔

ف - سحر کا شبہ رسول خدا ﷺ پر محض آپ کی تعلیم کے سریع التاثیر اور قوی التاثیر ہونے کے سبب سے کیا جاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ کی تعلیم کی قوت تاثیر اور سرعت تاثیر مافوق العادۃ تھی لہٰذا یہ بھی ایک معجزہ آپ کا ہوا۔ کافروں نے خود اس معجزہ کا بارہا اعتراف کیا۔ قرآن مجید میں جابجا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) نے غیر اللہ کی پرستش دشوار کر دی۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا

(بے شک قریب تھا کہ محمد (ﷺ) ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا دیتے اگر ہم ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم نہ رہتے)

أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ

((مجلس رسول سے) اٹھ چلو اور اپنے معبودوں سے مضبوطی کے ساتھ قائم رہو)

لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ

(نہ سنو اس قرآن کو اور شور مچاؤ اس میں (پھر بھی یقین نہیں ہے مگر) شاید تم غالب آ جاؤ)

الحاصل آپ نے رحمٰن کی اطاعت آسان کر دی اور شیطان کی اطاعت دشوار کر دی۔ اور یہ بات اس حد اعجاز کو پہنچ گئی کہ کافروں کا سحر کا شبہ کرنے کا موقع ملا۔

باب چہارم

نبوت کے بعد کے تئیس سال کے حالات میں یہ چند چیزیں طالب حق کے لئے ضروری ہیں۔ آپ کے معجزات' آپ کی تعلیم اور اس کے عمدہ اور بے نظیر آثار' آپ کے مصائب اور وہ مصائب جن کا برداشت کرنا انسانی قوت کا کام نہیں ہے۔ آپ کی ہجرت آپ کے غزوات اور ان کے مقاصد و نتائج۔

ان چار چیزوں میں سے پہلی اور دوسری چیز کا بیان باب سوم میں ہو چکا اور آپ کی مقدس تعلیم تو سارا قرآن ہے۔ قرآن کریم میں اس امر کا بھی اظہار کر دیا گیا ہے کہ آپ قرآن کریم کے تمام اوامر و نواہی پر عامل اور اپنی مقدس تعلیم کے بہترین نمونے تھے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

(بہ تحقیق ہے تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ نمونہ)

باقی رہیں آخر دونوں چیزیں ان کا بیان یہاں کیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے مصائب

آپ کے مصائب و آلام کی دو قسمیں ہیں۔ اول جسمانی' دوم روحانی جسمانی مصائب کی دو قسمیں ہیں۔

اول وہ جو بحالت قیام مکہ پہنچے۔

دوم وہ جو بحالت قیام مدینہ پہنچے۔

قیام مکہ کی حالت میں جو مظالم آپ پر ہوئے ان کا شمار سواء علیم و قدیر کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن پھر بھی دفتر کے دفتر روایات صحیحہ کے موجود ہیں۔ مگر قرآن کریم نے بہت اختصار و اجمال کے ساتھ آپ کے ساتھ تمسخر کیا جانا گستاخانہ کلمات کا آپ کی شان میں مستعمل ہونا بیان فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا

(جب دیکھتے ہیں آپ کافر تو سوا اس کے نہیں کہ بناتے ہیں آپ کو مسخرا)

بس انتہائی مظالم مکہ کو ان جامع مگر مجمل الفاظ میں ارشاد فرمایا۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ

(اور جب تدبیر کرتے تھے آپ کے لئے کافر تاکہ قید کر دیں آپ کو یا قتل کر دیں آپ کو یا نکال دیں آپ کو)

یا یہ بیان فرمایا کہ

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

(اگر مدد نہیں کرتے تم لوگ رسول کی تو (نہ کرو) خدا نے ان کی مدد کی جب کہ ان کو کافروں نے

نکالا اس حال میں کہ ان کے ہمراہ صرف ایک شخص اور تھا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے)

ف۔ ان آیات سے اس قدر معلوم ہوا کہ آپ کے قید کرنے اور قتل کرنے اور جلا وطن کرنے کی تدبیر کافروں نے کی مگر اس تدبیر کو کن کن عملی صورتوں میں ظاہر کیا اس کا حال نہ معلوم ہوا۔ نیز معلوم ہوا کہ ہجرت کے وقت اس قدر نازک حالت تھی کہ آپ کو اپنی رفاقت سفر کے لئے ایک سے زیادہ اشخاص کا لے جانا میسر نہ ہوا اور پھر بھی غار کے اندر مخفی رہنا پڑا۔

ہاں آنحضرت ﷺ کی ایذائیں کچھ مفصل بیان ہوئی ہیں چنانچہ ان کے لئے جا بجا اس قسم کے عنوانات سے ارشاد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ
الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

(اجازت (جہاد) دی گئی ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں بوجہ اس کے ان پر ظلم ہوا ہے اور بہ تحقیق اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو کہ نکالے گئے اپنے گھروں سے ناحق صرف اس بات پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا پروردگار اللہ ہے۔)

أُوذُوا فِي سَبِيلِي

(ستائے گئے وہ لوگ میری راہ میں)

ف۔ اصحاب کے مصائب سے آپ کے مصائب کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے کیونکہ یہ مصائب ان پر محض آپ کے اتباع کے سبب سے آئے تھے۔ پس

آپ جو کہ اصل چیز تھے کس قدر مستحق مظالم سمجھے گئے ہوں گے۔ اور اس عنوان خاص سے اس امر کو ظاہر فرمانے میں بظاہر دو حکمتیں ہوتی ہیں۔

اول یہ کہ حق تعالیٰ کو ان کے حرکات کی مغضوبیت کا اظہار مد نظر ہے کہ وہ حرکات تو در کنار ان کا تذکرہ بطور نقل کے بھی ہم لوگوں کو گوارا نہیں۔

دوم یہ کہ اگر قرآن کریم میں تفصیل آپ کے مظالم کی ہوتی تو مومنین صادق کو قرآن کا اپنے ورد میں رکھنا بوجہ ان مضامین کے غالباً کلفت اور سوہان روح ہوتا۔

قیام مدینہ کے زمانے میں بھی بہت سے مصائب و مظالم آپ پر ہوتے رہے اور گو بہ نسبت مظالم مکہ کے سہل تھے مگر پھر بھی انسانی طاقت سے باہر تھے۔ چنانچہ منافقین نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو ذلیل کہا اور آپ کے مدینے سے نکال دینے کا ارادہ کیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ

(منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو جو ہم میں باعزت ہے وہ ذلیل کو وہاں سے نکال دے گا)

اور طرح طرح کی ایذائیں ان لوگوں سے پہنچتی رہیں جن کو ان جامع کلمات میں ذکر فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ

(اور ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں)

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا

(فریب کرتے ہیں اللہ سے اور مسلمانوں سے)

تفصیل ان ایذاؤں کی کتب احادیث میں دیکھنا چاہیے۔

پھر غزوات میں جو تکالیف آپ کو پہنچیں اور آپ کے اور خدا کے محبوب و مقرب جس قدر شہید ہوئے وہ مزید بر آں۔

روحانی مصائب کی بھی دو قسمیں ہیں۔

اول وہ کہ ظالم دیدہ و دانستہ آپ کو پہنچاتے تھے۔

دوسرے وہ کہ محض آپ کی رافت و رحمت کی وجہ سے آپ کو پہنچاتے تھے۔ قسم اول کی مثال ہیں تمام وہ آیتیں ہیں جن میں دین اور اہل دین کو صدمہ پہنچانے کی کوششیں اہل کفر کی مذکور ہیں اور قسم دوم کی مثال میں تمام وہ آیتیں ہیں جن میں آپ کا صدمہ اور قلق بوجہ اہل کفر کے ہدایت نہ حاصل کرنے کے مذکور ہے۔ اس قسم ثانی کے صدمات آپ پر اس قدر شاق تھے کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑے اہتمام کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا ہے اور اپنے نبی سے ان صدمات کے دفع کرنے کی بہت سی تدبیریں مدبر السموات والارض نے کی ہیں۔ کہیں ارشاد ہوا ہے کہ اے نبی آپ ان لوگوں

پر گماشتہ نہیں آپ ان کے ایمان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا
ہے:۔
لَسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ کہیں ارشاد ہوا کہ کسی
کو ہدایت پر لے آنا آپ کے بس کا کام نہیں ہے۔ اور جو کام اپنے بس کا نہ
ہو اس کے نہ ہونے پر رنج کرنا کیا إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ کہیں حکماً
آپ کو رنج کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي
الْكُفْرِ کہیں امم سابقہ کے کفریات شدیدہ کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی گئی
ہے کہیں افسوسناک لہجہ میں آپ کے اس روحانی صدمہ پر ایک تاسف کی سی
کیفیت ظاہر فرمائی گئی ہے۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ

مگر باوجود ان سب تدابیر محکمہ کے بالکلیہ ان صدمات کا ازالہ نہ ہوا اور
نہ ہو سکتا تھا کیونکہ حق تعالیٰ نے جو فطری محبت اپنی مخلوق کی انبیاء علیہم
السلام کی طینت قدسیہ میں ودیعت رکھی ہے وہ ان کو کب چین لینے دیتی ہے
اس فطری محبت کا قیاس کسی دوسری محبت پر نہیں ہو سکتا۔ سب سے زیادہ
محبت ہر انسان کو اپنی ذات کے ساتھ ہوتی ہے مگر نبی کو اپنی امت کے ساتھ
اس سے بھی بدرجہا زائد محبت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔
النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ لیکن اس قدر ضرور ہوا کہ حق تعالیٰ کے
ان ارشادات نے آپ کے رنج و غم میں بہت کچھ خفت پیدا کر دی اور آپ

کے قلب اقدس کو ایک حد تک تسکین و تسلی عطا فرمائی۔

آپ کے غزوات

مخالفین اسلام آپ کے غزوات پر اعتراضات کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ یہ خوں ریزیاں ایک پیغمبر کی شان کے شایان نہیں ہیں اور اسلام کے مسئلہ
جہاد کو نہایت بے رحمی کا لباس پہناتے ہیں، گویا اعتراض اس قابل نہ تھا کہ
مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جاتا اس لئے کہ ہر مذہب کے مسلم الثبوت
پیشواؤں میں کچھ حضرات ضرور ایسے ملتے ہیں جنہوں نے اس قسم کے جہاد کئے
ہیں حتیٰ کہ خود ان معترضین کے مانے ہوئے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
جہادوں کا تذکرہ توریت میں موجود ہے۔ بایں ہمہ سادہ لوحوں کی ایک جماعت
جو اپنے کو مسلمان کہتی ہے۔ ان اعتراضات سے متاثر ہو گئی اور مخالفین کی ہم
زبان ہو کر خدا جانے کیسے کیسے دور از کار بے ہودہ کلمات بکنے لگی لہذا سب
سے پہلے قرآن کریم سے اجازت جہاد کی آیت نقل کی جاتی ہے حق تعالیٰ نے
اجازت جہاد کا سبب ذکر فرما کر ہر افاک اثیم کی دہان دوزی کر دی ہے۔ خدا
تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا

(اجازت (جہاد) دی گئی ان لوگوں کو جن سے کافر لڑتے ہیں بسبب اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا)

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَ صَلَوٰتٌ وَمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ؕ

(اور اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ کا بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے تو البتہ گرا دیئے جاتے گرجے عیسائیوں اور یہودیوں کے اور خانقاہیں اور مسجدیں جن میں لیا جاتا ہے اللہ کا نام بہت)

ف۔ مطلب یہ کہ جہاد کی اجازت صرف مظلوموں کو دی گئی ہے اور محض اس لئے دی گئی ہے کہ وہ اپنی ذات کی اور اپنے دین کی حفاظت کریں اور اگر جہاد کی اجازت نہ دی جاتی اور مظلوموں کو ظالم سے انتقام لینا اور اس کے ظلم کا سد باب کرنا جائز نہ کیا گیا ہوتا تو جس طرح دنیا کے تمام کاروبار بند ہو جاتے اسی طرح مذہب و ملت کا کارخانہ بھی درہم برہم ہو جاتا حتیٰ کہ کوئی شخص خدا کا نام بھی نہ لے سکتا اور جو مقامات خدا کا نام لینے کے لئے بنائے جاتے وہ مقام بھی قائم نہ رہنے پاتے۔ کیونکہ یہ دنیا عالم اسباب ہے یہاں ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ وابستہ کیا ہے جس طرح زراعت کی پیداوار کو بارش کے ساتھ اور بارش کو ابر کے ساتھ وابستہ کیا ہے اسی طرح دین اور اہل دین کی حفاظت کو جہاد سے مربوط فرمایا ہے۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جہاد کی مشروعیت صرف مظلوم کے لئے ہے اور محض دفع مظالم کے لئے نہ یہ کہ جبراً" مسلمان بنانے کے لئے یا ملک گیری کے لئے۔ جبراً" مسلمان بنانا تو قرآن کریم میں ممنوع قرار دیا گیا ہے

لا اکراہ فی الدین پس بالفاظ دیگر جہاد نام ہے حفاظت خود اختیاری کا جس میں نہ عقلاً" کوئی قباحت ہے نہ مذہباً" بلکہ ہر عقل اور ہر مذہب نے اس کی اجازت دی ہے اور اس کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ کے عہد مقدس کے غزوات کو مدافعانہ اور محافظانہ حیثیت سے خالی سمجھنا نہ صرف بے دینی بلکہ صریح بے عقلی ہے کیونکہ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کو تعلیم قرآنی کا بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے اور عام طور پر کسی ایسی بات کی تعلیم دینا جس پر معلم خود عامل نہ ہو ممنوع فرمایا گیا ہے۔ قطع نظر اس سے اگر خود آپ ہی اپنی تعلیم پر عامل نہ ہوتے تو ایسا کامل اثر بھی مرتب نہ ہوتا جیسا کہ ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے غزوات کے اسباب بیان کرنے کا نہ قرآن کریم نے التزام فرمایا ہے نہ ائمہ محدثین نے کتب حدیث میں اس کو ضروری سمجھا ہے لیکن تاہم اگر آج ان اسباب کو کوئی معلوم کرنا چاہے تو ذرہ برابر دشواری اس کو پیش نہیں آ سکتی کیونکہ مسلمانوں کے دفتر روایات میں سب کچھ موجود ہے۔

اس تمہید کے بعد واضح ہو کہ رسول خدا ﷺ کے عہد مقدس کے غزوات انیس ہیں جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے باسانید متعددہ صحیح بخاری میں مروی ہے اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اکیس غزوات مروی ہیں لیکن یہ اختلاف نزاع لفظی کا ہے۔ اور سرایا آنحضرت ﷺ کے

قریب سو ہیں۔ خیر سرایا کا بیان یہاں مدنظر نہیں ہے بلکہ صرف غزوات
آنحضرت ﷺ کے بالاختصار ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ غزوہ ابواء یا غزوہ ودان

دونوں مقام کے نام ہیں اور دونوں مقام قریب قریب ہیں۔ مقصد اس غزوہ کا کفار قریش کے ایک قافلہ کو سزا دینا تھا مگر وہ قافلہ نہیں ملا۔ صفر ۲ ہجری میں یہ غزوہ ہوا۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

۲۔ غزوہ بواط

ایک مقام کا نام ہے قریب ینبع کے مقصد اس غزوہ کا بھی وہی تھا جو پہلے غزوہ کا تھا اور وہ قافلہ اس بار بھی نہیں ملا۔ ربیع الاول ۲ ہجری میں یہ غزوہ ہوا۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ غزوہ عشیرہ

ایک مقام کا نام ہے خاص ینبع میں مقصد اس کا بھی وہی تھا جو غزوہ سابق کا تھا اور وہ قافلہ اس مرتبہ بھی نہ ملا۔ جمادی الاولیٰ ۲ ہجری میں یہ غزوہ ہوا۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر بھی نہیں ہے۔

۴۔ غزوہ بدر

یہ تینوں مذکورہ غزوات غزوہ بدر کا سبب بنے۔ بدر بھی مقام کا نام ہے یا ایک کنوئیں کا نام ہے جو اس مقام میں تھا یہ غزوہ رسول خدا ﷺ کے اعظم معجزات سے ہے۔ بڑے بڑے سرداران اہل کفر جو اپنی نخوت سے کسی کو خیال میں نہ لاتے تھے قتل کئے گئے اور قید کئے گئے۔ اور اسباب ظاہر بالکل اس کے خلاف تھے۔ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور سامان حرب بھی درست نہ تھا اور فریق مخالف ہر طرح زبردست تھا۔ کافروں کی تعداد ایک ہزار تھی اور سب سوار اور باسامان تھے اور مسلمان صرف تین سو کئی نفوس تھے اور سامان حرب کا کیا ذکر پہننے کا لباس بھی درست نہ تھا۔ اس غزوہ میں شریک ہونے والے اصحاب کی ایسی بڑی فضیلت ہے کہ اس فضیلت میں کوئی ان کا شریک نہیں۔ یہ غزوہ رمضان ۲ ہجری میں ہوا۔

اس غزوہ کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ

(اور بہ تحقیق مدد دی تم کو اللہ نے بدر میں حالانکہ تم بہت کمزور تھے)

غزوہ بدر کا نام بالتصریح قرآن کریم میں وارد ہوا ہے جیسا کہ آیت مذکورہ سے

ظاہر ہے مگر واضح رہے کہ بدر کے نام سے دو مرتبہ غزوہ ہوا پہلی مرتبہ لڑائی نہیں ہوئی اس کو بدر صغریٰ کہتے ہیں اس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۵۔ غزوہ بنی قینقاع

بنی قینقاع یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ ہجرت کے بعد کافروں کے معاملات آنحضرت ﷺ سے تین قسم کے تھے۔ اول کچھ لوگوں سے مصالحت ہو گئی تھی اس شرط پر کہ نہ آپ سے لڑیں نہ آپ کے کسی دشمن کو مدد دیں یہ لوگ یہودی تھے جو تین قبیلوں پر منقسم تھے۔ بنی قریظہ ' بنی نضیر' بنی قینقاع۔ دوم کچھ لوگ بر سرپیکار تھے جیسے کفار قریش۔ سوم کچھ لوگ بر سرپیکار تھے نہ بر سر مصالحت بلکہ انجام کار کے منتظر تھے پھر ان میں بھی دو قسمیں تھیں۔ کچھ لوگوں کے دل آنحضرت ﷺ کی طرف مائل تھے جیسے قبیلہ خزاعہ اور کچھ لوگ اس کے برعکس تھے زبان ان کی آپ کے ساتھ اور دل کافروں کے ہمراہ تھے۔ انہیں لوگوں کو شریعت مقدسہ نے منافق فرمایا ہے۔ فرقہائے اہل صلح میں سب سے پہلے بنی قینقاع نے عہد شکنی اور غدر کیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے ان پر جہاد کیا۔ آخر میں سب قید ہوئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ ان سب غدر کرنے والوں کو سزائے موت دی جائے مگر عبداللہ بن ابی (منافق) نے جو دل سے ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ ان کی جان بخشی کرائی اور

آپ نے ان لوگوں کو جلا وطنی کی سزا دی۔ یہ غزوہ شوال ۲ ہجری میں ہوا۔ یعنی غزوہ بدر کے ایک ماہ بعد۔

قرآن مجید میں اس غزوہ کا اور نیز اس کے بعد والے غزوہ یعنی بنی نضیر کا ذکر بڑی شان کے ساتھ ہے۔ ایک سورت خاص اسی غزوہ کے تذکرے کی وجہ سے سورہ الحشر کے نام سے موسوم ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِيٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ

(وہی ہے جس نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھروں سے اول حشر میں نکالا تم کو امید نہ تھی کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو قلعے ان کے بچالیں گے مگر اللہ نے ان کو اس طرح گرفت کیا کہ وہ سمجھ نہ سکے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ وہ ویران کرنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مومنوں کے ہاتھوں سے پس عبرت حاصل کرو اے آنکھ والو)

☆ اول حشر اس لئے فرمایا کہ دوسرا حشر ان کا بروز قیامت ہو گا یا اول حشر اس لحاظ سے فرمایا کہ دنیا ہی میں ایک حشر ان کا اور ہو گا چنانچہ حضرت عمر ؓ کے زمانے میں دوبارہ جلا وطن کئے گئے اس دوسرے مطلب کی بناء پر اول کی لفظ بطور پیشین گوئی کی ہے۔

TooBaa-Research-Library

یہ آیت کریمہ بنی قینقاع اور بنی نضیر دونوں غزووں کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

۶۔ غزوہ بنی نضیر

یہ غزوہ بھی قبیلہ کے نام سے موسوم ہے۔ بنی نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ بنی قینقاع کے بعد ان لوگوں نے غدر کیا اور ان کو بھی جلا وطنی کی سزا دی گئی۔ یہ لوگ صاحب جائداد بھی تھے، مگر ان کو یہ اختیار دیا گیا کہ جائداد منقولہ میں سے علاوہ ہتھیار کے جس قدر لے جا سکیں ساتھ لے جائیں۔ اہل انصاف بتائیں کہ کس بادشاہ نے اہل غدر کے ساتھ یہ رحیمانہ سلوک کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ بادشاہت نہ تھی نبوت و رسالت تھی۔

یہ غزوہ بھی اعظم معجزات میں سے ہے کیونکہ اسباب ظاہر بالکل مخالف تھے۔ مسلمانوں کو خود بھی اپنی کامیابی کا یقین نہ تھا قرآن مجید میں اس کے اعجاز کی طرف اشارہ ہے۔

یہ غزوہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد یعنی شروع ربیع الاول ۳ھ میں ہوا۔

۷ - غزوہ احد

احد ایک مقدس پہاڑ ہے قریب مدینہ منورہ کے ہے یہ غزوہ چونکہ اس

کے دامن میں ہوا تھا اس لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ بدر میں کافر شکست اٹھا کر بہت جوش میں آئے اور کامل ایک سال تک بڑی بڑی تیاریاں کر کے مدینہ منورہ پر تاخت کرنے آئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو بوجہ اس کے کہ رسول خدا ﷺ کے حکم سے ذرا سی نافرمانی ہو گئی اور نیز بوجہ اس کے حق تعالیٰ کو مومنین کاملین کے ایمان کا اور منافقوں کے نفاق کا اظہار و اعلان مد نظر تھا شکست ہوئی۔ وہ نافرمانی یہ تھی کہ تیر اندازوں کی ایک جماعت کو آنحضرت ﷺ نے ایک مورچہ پر متعین فرمایا اور حکم دیا کہ بغیر میرے حکم کے یہاں سے نہ ہٹنا۔ مگر کافروں کے بھاگنے پر جب اور مسلمان مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ جماعت بھی اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ کافر جو بھاگے جا رہے تھے اس موقع کو دیکھ کر لوٹ پڑے۔ ستر مسلمان شہید ہوئے اور اسی اثناء میں ابلیس نے یہ آواز دی کہ (محمد ﷺ) قتل ہو گئے یہ سن کر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے صرف چند اصحاب مہاجرین و انصار آپ کے ساتھ رہ گئے۔ حضرت طلحہؓ نے اس روز بڑا کام کیا ایک ہاتھ سے ان تیروں کو جو رسول اللہ ﷺ کی طرف آ رہے تھے روکا وہ ہاتھ بے کار ہو گیا تھا اور حضرت ابو طلحہؓ نے بھی بڑے بڑے کام کئے اور بعض اور اصحاب سے بھی اچھی خدمتیں ظاہر ہوئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس غزوہ میں ہمراہ تھیں اور دوسری

مومنات کی طرح زخمیوں اور مجاہدوں کو پانی پلا رہی تھیں۔ مشکیں ان مقدس خواتین کی پیٹھوں پر لدی ہوئی تھیں یہ بھی ایک عظیم الشان غزوہ تھا غزوہ بدر کے بعد اس کا رتبہ ہے اور اس کے شہداء کی بڑی شان ہے۔ یہ غزوہ شوال ۳ ھ میں ہوا۔

اس غزوہ کا تذکرہ قرآن کریم میں سب سے زائد ہے جن مومنوں کے قدم اس موقع پر اکھڑ گئے تھے ان پر تعلیماً بہت عتاب کیا گیا اور پھر عفو کی خبر دی گئی۔ اور شکست کی حکمتیں بھی بیان فرمائی گئیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

(یاد کرو جب نکلے تم اے نبی! اپنے گھر سے تاکہ کھڑا کرو مسلمانوں کو صف جنگ میں اور اللہ سنتا جانتا ہے)

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ ۗ

(اور مت سست ہو اے مسلمانو! اور رنج اور غم کرو تمہیں غالب رہو گے اگر تم مومن ہو اگر پہنچا تم کو زخم تو بہ تحقیق پہنچ چکا ہے کافروں کو بھی زخم اس کے مثل (یعنی بدر میں) اور یہ دن الٹتے رہتے ہیں ہم لوگوں میں اور تاکہ ظاہر کر دے اللہ مومنوں کو اور بنائے تم میں سے کچھ شہید)

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ

(اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول بہ تحقیق ہو چکے ہیں ان سے پہلے کچھ رسول کیا اگر وہ مرجائیں یا مار ڈالے جائیں تو لوٹ جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں پر (یعنی مرتد ہو جاؤ گے)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ ۚ

(اور بہ تحقیق سچا کیا تھا ہم سے اللہ نے اپنا وعدہ جب کاٹ رہے تھے تم کافروں کو حکم خدا سے یہاں تک کہ جب تم نے سستی کی اور باہم اختلاف کیا اور نافرمانی کی (رسول کی) بعد اس کے کہ دکھا دیا تم کو اللہ نے جو کچھ چاہتے تھے تم)

وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

(بہ تحقیق معاف کیا اللہ نے تم سے اور اللہ فضل والا ہے مومنوں پر)

۸۔ غزوہ بنی مصطلق یا غزوہ مریسیع

بنی مصطلق قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ یہ جہاد انہیں لوگوں پر تھا اور مریسیع ایک چشمہ کا نام ہے جو انہیں لوگوں کا تھا۔ لشکر اسلام اسی چشمہ پر فروکش تھا۔ اس قبیلہ کے لوگوں نے بڑی تیاری مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے کی تھی جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپ مع اپنے اصحاب کے تشریف لے گئے اور اچانک ان پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو حق تعالیٰ

نے شکست فاش دی ان میں یعنی جنگ میں جو لوگ قتل ہو گئے اور عورتیں
اور بچے قید کر لئے گئے۔

یہ غزوہ شعبان ۵ ھ میں ہوا تھا۔

اس غزوہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۹- غزوہ بنی قریضہ

بنی قریضہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا غزوہ احزاب
میں اس قبیلہ نے غدر کیا لہذا غزوہ احزاب سے فراغت پا کر جب آنحضرت
ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو حکم الٰہی آیا کہ ان بد عہد یہودیوں کو غدر کی سزا دیجئے'
چنانچہ آپ تشریف لے گئے لشکر اسلام میں ایک ہزار پیادہ اور چھتیس سوار تھے
دس روز سے زائد محاصرہ ان کے قلعہ کا قائم رہا آخر کار تنگ آ کر وہ اس
شرط پر قلعہ سے باہر آئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کچھ ہمارے حق میں
فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا
کہ ان کے جس قدر لوگ لڑنے کے قابل ہیں وہ قتل کر دیئے جائیں اور بچے
اور عورتیں لونڈی غلام بنائے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ چھ سو آدمی تھے۔

یہ غزوہ ذیقعدہ ۵ ھ میں ہوا۔

قرآن کریم میں اس غزوہ کا حکم اس آیت میں اس طرح پر ہے۔

الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ

لَا يَتَّقُونَ (٥٦) فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ

(وہ لوگ کہ جن سے اے نبی! آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ اپنا معاہدہ ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اور وہ پرہیز
نہیں کرتے پس اگر پا جائیں آپ ان کو جنگ میں تو ایسی سزا دیجئے کہ دوسرے لوگوں کے لئے
عبرت ہو)

۱۰- غزوہ خندق یا غزوہ احزاب

چونکہ اس غزوہ میں بہ مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے
گرد خندق کھود دی گئی تھی اس سبب سے اس کا نام غزوہ خندق ہوا اور چونکہ
بہت سی جماعتیں کافروں کی مل کر آئی تھیں اس لئے اس کا نام احزاب ہوا۔
کفار قریش اور غطفان اور قبائل یہود سب ہی اس غزوہ میں متفقہ قوت سے
مسلمانوں کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور
کافروں کی جمعیت دس ہزار۔ بیس دن تک لڑائی قائم رہی آخر کار حق تعالیٰ
نے ایسی ہوا کافروں پر مسلط کی اور ایسے غیبی لشکر بھیجے کہ وہ سب فرار کر گئے'
یہ غزوہ بھی اعظم معجزات نبویہ میں سے ہے اور اس غزوہ کے ضمن میں بہت
سے خوارق ظاہر ہوئے مثل برکت طعام خروج نور و پیشین گوئی فتح یمن و
فارس و روم وغیرہ وغیرہ کے۔

اس غزوہ کا بھی تذکرہ قرآن مجید میں بڑی شان کے ساتھ کیا گیا ہے۔

سورہ احزاب اسی غزوہ کے نام سے موسوم ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ

(اے مسلمانو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ آئے تمہارے پاس لشکر۔ پس بھیجیں ہم نے ان پر ہوا اور فوجیں جن کو نہیں دیکھا تم نے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے جب کہ آئے وہ تمہارے پاس تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے اور جب کہ ہٹ گئیں آنکھیں اور پہنچ گئے دل حلقوموں میں)

۱۱۔ غزوہ حدیبیہ

حدیبیہ ایک مقام کا نام ہے پہلے اس نام کا ایک کنواں اس مقام میں تھا رسول خدا ﷺ بغرض عمرہ مکہ معظمہ جانا چاہتے تھے اس مقام میں پہنچ کر کافروں نے مزاحمت کی کہ آگے نہ بڑھے۔ رسول خدا ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو معہ چند اصحاب کے بطور سفارت کفار قریش کے پاس بھیجا کفار نے ان صحابہ کو قید کر لیا یہ آنحضرت ﷺ کو بہت ناگوار گزرا اور آپ نے ارادہ جہاد کر دیا۔ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام آپ کے ہمراہ تھے سب سے آپ نے ایک درخت کے نیچے بیعت لی اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہے ان بیعت کرنے

والوں کے بڑے فضائل ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین ہو واقعی یہ بیعت بھی بڑی جان نثاری کی بیعت تھی سب نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہم میدان جنگ سے بغیر فتح کئے ہوئے واپس نہ جائیں گے یا سب یہیں جان دے دیں گے۔ الغرض موت کی بیعت تھی مگر نوبت لڑائی کی نہیں آئی باہم مصالحت ہو گئی اگرچہ اس وقت بظاہر مسلمانوں کا پہلو صلح میں مغلوب تھا مگر انجام کار میں عظیم الشان مصالح اس صلح سے پیدا ہوئے اور یہی صلح فتح مکہ کا پیش خیمہ بن گئی حتیٰ کہ مفسرین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ آیہ کریمہ انا فتحنا سے یہی صلح حدیبیہ مراد ہے۔

یہ غزوہ ذی قعدہ ۶ ھ میں ہوا۔

اس غزوہ کا ذکر بھی بڑی شان کے ساتھ قرآن عظیم میں ہے اور جو مسلمان اس غزوہ میں شریک تھے ان کی بینظیر فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

(بہ تحقیق اللہ راضی ہو گیا مسلمانوں سے جب کہ وہ بیعت کر رہے تھے آپ کے ہاتھ پر (اے نبی) درخت کے نیچے)

۱۲۔ غزوہ ذی قرد

قبیلہ غطفان کے لوگوں نے رسول خدا ﷺ کی اونٹنیاں پکڑی تھیں جو

مقام ذی قرد میں چر رہی تھیں۔ یہ سن کر حضرت سلمہ بن اکوع ؓ نے تمام مدینہ میں شور کیا اور خود جا کر ان کافروں سے جنگ شروع کر دی پھر پیچھے سے رسول خدا ﷺ بھی پہنچ گئے۔ مگر اس وقت کافروں کو ہزیمت ہو چکی تھی۔ حضرت سلمہ ؓ نے عرض کیا کہ اگر سو سوار مجھے دے دیجئے تو ابھی ان کافروں کے سر لاتا ہوں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن اکوع جب دشمن پر قابو مل جائے تو در گزر کرنا چاہئے۔

یہ غزوہ خیبر سے تین دن پہلے یعنی محرم ۷ ھ میں ہوا۔

اس غزوہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۱۳۔ غزوہ خیبر

خیبر ایک بڑا شہر ہے مدینہ منورہ سے بجانب ملک شام وہاں یہودی وغیرہ رہتے تھے وہاں ان کے قلعے تھے' باغ تھے' کھیت تھے۔ دس دن سے کچھ زائد یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ رہا۔ آخر کار سات قلعے تھے ساتوں فتح ہو گئے جتنے لوگ قابل جنگ تھے وہ سب قتل کر دیئے گئے اور عورتیں اور بچے حسب دستور قید کر لئے گئے۔ یہ بھی اسلام کی عمدہ فتوحات میں سے ہے۔

یہ غزوہ آخر محرم ۷ ھ میں شروع ہوا اور صفر ۷ ھ میں فتح ہوا۔

اس غزوہ کا تذکرہ بالاختصار سورہ فتح کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَدَكُمُ اللَّهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هَٰذِهِ

(اللہ نے تم سے بہت غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کو تم حاصل کرو گے۔ چنانچہ یہ غنیمتیں تو تم کو ابھی دے دیں)

ارشاد خیبر کی طرف ہے اور ایک دوسری آیت میں اسی فتح کی پیشین گوئی بھی ہے۔

۱۴۔ غزوہ ذات الرقاع

اس غزوہ کی تاریخ اور وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ صحیح بخاری سے بعد خیبر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی صحیح ہے رقاع جمع ہے رقعہ کی جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں۔ چونکہ صحابہ کرامؓ نے اپنے پاؤں میں کپڑوں کے ٹکڑے باندھے تھے اس سبب سے اس کا نام ذات الرقاع ہوا۔ قبیلہ غطفان کے کافروں سے مقابلہ تھا مگر لڑائی نہیں ہوئی۔

اس غزوہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۱۵۔ غزوہ انمار

یہ غزوہ بعد خیبر کے یعنی ۷ ھ میں ہوا۔ اسی ۷ ھ کا ایک غزوہ ہے بعض ارباب سیر کہتے ہیں کہ اسی غزوہ ذات الرقاع کا یہ دوسرا نام ہے۔ علامہ

سیوطی کی بھی یہی تحقیق ہے مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مستقل غزوہ قرار دیا ہے شیخ اسلام ابن حجر عسقلانی نے بھی ترجیح اس کے مستقل غزوہ ہونے کو دی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس غزوہ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۱۶- غزوہ عمرۃ القضاء

واقعہ حدیبیہ میں چونکہ مشرکین کی مزاحمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ نہیں کرنے پائے تھے اور آخر کار صلح ہوئی اور صلح میں یہ بات قرار پائی کہ آپ سال آئندہ آکر عمرہ کریں لہٰذا آپ سال آئندہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے اور چونکہ قضا یعنی باہمی صلح سے یہ عمرہ طے ہوا تھا لہٰذا اس کا نام عمرۃ القضا یا عمرۃ القضیہ یا عمرۃ الصلح رکھا گیا۔ اور چونکہ آپ احتیاطاً" سامان جنگ سے درست ہو کر گئے تھے اور پھر جب کافروں نے کہا کہ یہاں لڑائی نہ ہو گی آپ بے خوف اور بے ہتھیار آئیں صرف تلواریں ساتھ لا سکتے ہیں وہ بھی میان میں۔ لہٰذا ہتھیار سب مکہ کے باہر چھوڑ دیئے اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو بھی مکہ کے باہر متعین کر دیا اس لئے اس کا شمار غزوات میں کیا گیا۔ لشکر اسلام میں (بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر) دو ہزار آدمی تھے۔

یہ غزوہ ذی قعدہ ۷ ھ میں ہوا۔

اس غزوہ کا ذکر قرآن مجید میں بطور پیشین گوئی کے فرمایا گیا ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا

(بے تحقیق سچا دکھایا ہے اللہ نے اپنے رسول کو خواب حکمت کے ساتھ کہ ضرور ضرور داخل ہو گے تم کعبہ میں بے خوف ہو کر سر منڈوا کر اور کتروا کر بالکل خوف نہ کرو گے خدا کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے پھر اللہ نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح بھی تمہارے لئے مقدر کی ہے)

۱۷- غزوہ فتح

یہ وہی غزوہ ہے جس کی پیشین گوئی بہت سی مکی آیتوں میں کی گئی ہے حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جدال و قتال کے مکہ پر قبضہ دے دیا۔ یہ وہی غزوہ ہے جس میں خدا کے گھر کو دشمنوں کے پنجے سے رہائی ملی شرک اور مشرکوں سے نجات ہوئی اور خدا کے ذکر کی آوازیں اس میں سے گونجنے لگیں یہ وہی غزوہ ہے جس میں سرداران قریش گردن کشان مکہ دست و پابستہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھے کہ اگر چاہیں تو ان کے خون سے زمین مکہ کی پیاس بجھا دیں مگر اس رحمت عالم نے اس خداوند عفو مع الاقتدار نے ان تمام مظالم کا جو ان سرکشوں سے اس نور پاک پر گزرے تھے فراموش کر

دیا اور سب کو امن دے دیا۔

یہ وہی غزوہ ہے جس میں بارہ ہزار مردان جنگی رسول خدا ﷺ کے ہمراہ تھے جن میں ہر شخص اپنی جان ہتھیلی پر لئے ہوئے تھا اس شان و شوکت کے ساتھ سردار دو عالم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے کہ مکہ والوں کو قیصر و کسریٰ کا دھوکہ ہوا مگر یہ شان قیصر و کسریٰ میں کہاں آج سے پورے ساڑھے آٹھ سال پہلے یعنی بوقت ہجرت رسول خدا ﷺ نے اس راستے کو کس بے بسی اور کیسے خوف کے ساتھ طے کیا تھا۔ صرف ایک یار غار ساتھ تھا اور حفاظت خدا کا سر پر سایہ تھا اور آج اسی راستہ کو اس شان و شوکت کے ساتھ قطع کر رہے ہیں کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی طاقت نہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس غزوہ میں تمام بت کعبہ مکرمہ سے نکال دیئے گئے اور فوجوں کی فوجیں دین خدا میں داخل ہوئیں۔ یہ غزوہ رمضان ۸ ھ میں ہوا۔

اس غزوہ کا یوں تو تذکرہ بہت سی آیتوں میں ہے مگر صاف صاف تذکرہ ذیل کی آیت میں ہے

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنۢ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ

(وہی ہے جس نے روک دیئے ہاتھ ان کے تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے (یعنی لڑائی کی نوبت نہ آنے دی) خاص مکہ میں بعد اس کے کہ فتح مند کر دیا اس نے تم کو ان پر۔)

دوسری آیت یہ ہے

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

(جب آئی مدد خدا کی اور فتح مکہ اور دیکھا آپ نے اے نبی لوگوں کو داخل ہو رہے ہیں دین خدا میں فوج کی فوج۔)

۱۸۔ غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد ابھی رسول خدا ﷺ مکہ ہی میں تھے کہ یہ خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن کے کافروں نے مقام حنین میں جو شہر طائف کے قریب ہے بڑی جمعیت اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ اجتماع کیا ہے۔ یہ سن کر رسول خدا ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کل یہ سب ساز و سامان مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بنے گا۔ اس غزوہ میں کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا کہ آج ہماری جماعت زیادہ ہے آج ہم مغلوب نہیں ہو سکتے۔ یہ بات رسول خدا ﷺ کو بھی ناگوار گزری اور حق تعالیٰ کو بھی ناپسند ہوئی اور اس کی سزا یہ ملی کہ مسلمانوں کو ایک قسم کی ہزیمت ہوئی میدان میں رسول خدا ﷺ کے ہمراہ صرف دس صحابیؓ باقی رہ گئے تھے جن میں حضرات شیخین بھی تھے اگرچہ یہ ہزیمت صرف برائے نام تھی لیکن شکست کے لئے کافی تھی صورت یہ ہوئی کہ لشکر اسلام کو ایک تنگ وادی میں اترنا پڑا اور اس وادی میں جا بجا کافر کمین

گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے حملہ شروع کر دیا۔ جو حصہ لشکر وادی میں اتر چکا تھا اس نے واپس ہونا چاہا لہذا اوپر سے اترنے والے حصہ لشکر سے مزاحمت ہو گئی اور اس مزاحمت میں عجب انتشار پیدا ہو گیا جانور بھی بھڑک گئے اور لوگ تتر بتر ہو گئے مگر جب معلوم ہوا کہ رسول خدا ﷺ فلاں مقام پر ہیں تو سب وہاں جمع ہو گئے اور آخر کار رحمت الہی نے ان کی دستگیری کی اور فتح حاصل ہوئی۔ بہت مال غنیمت اور بہت قیدی ہاتھ آئے۔ یہ غزوہ شوال ۸ ھ میں ہوا۔

اس غزوہ کا تذکرہ بھی مثل غزوہ بدر کے بتصریح تام قرآن مجید میں ہے۔ خدا تعالی فرماتا ہے:۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(اور خدا نے تمہاری مدد کی حنین کے دن جب کہ تعجب میں ڈالا تم کو تمہاری کثرت نے مگر نہ کام آئی وہ کثرت تمہاری اور تنگ ہو گئی زمین تم پر باوجود کشادگی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ پھیر کر بعد اس کے نازل کی اللہ نے تسلی اپنی اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور اتارے ایسے لشکر کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو اور کر دی بات کافروں کی پست اور بات خدا ہی کی بلند ہے اور اللہ غالب ہے

حکمت والا)

۱۹۔ غزوہ اوطاس

حنین سے فراغت کے بعد مقام اوطاس کی طرف آپ نے ایک لشکر بسر کردگی حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ روانہ کیا۔ بہت سہولت کے ساتھ یہ غزوہ بھی فتح ہو گیا۔ یہ غزوہ بھی شوال ۸ ھ میں ہوا۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۲۰۔ غزوہ طائف

طائف ملک حجاز کا ایک بڑا شہر ہے اور بہت سر سبز اور پر میوہ شہر ہے۔ طائف کا محاصرہ کیا گیا یہ محاصرہ چالیس روز تک رہا آخر کار اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ یہ غزوہ بھی شوال ۸ ھ میں ہوا۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۲۱۔ غزوہ تبوک یا جیش العسرۃ

یہ رسول خدا ﷺ کا آخری غزوہ ہے۔ تبوک نام مقام کا ہے اور چونکہ اس غزوہ کے وقت سخت افلاس و تنگی کی حالت تھی اس وجہ سے جیش العسرۃ بھی اس کا نام ہوا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جیش العسرۃ کا سامان کر دے گا اس کو جنت ملے گی یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے پورا سامان غزوہ کا

خاص اپنے پاس سے کر دیا۔ آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عثمان کو اب کوئی کام نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ قیصر روم سے اس غزوہ میں مقابلہ ہوا تبوک قیصر کے پائے تخت سے ایک ماہ کی مسافت پر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک ماہ وہاں قیام فرمایا۔ مگر قیصر پر رعب اس قدر غالب ہو گیا کہ اس نے باوجودیکہ بہت پہلے سے بڑی تیاریاں کی تھیں اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی۔ اس غزوہ کی یادگار میں دمشق سے مدینہ منورہ کو جو ریل آئی ہے اس میں ایک اسٹیشن اس مقام پر بنایا گیا ہے اور نام اس کا تبوک ہی ہے۔ اس غزوہ کے لئے آپ رجب ۹ ھ میں تشریف لے گئے تھے اور رمضان ۹ ھ میں واپس آئے۔

اس غزوہ کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

(بہ تحقیق رحمت نازل کی خدا نے نبی پر اور مہاجرین و انصار پر جنھوں نے پیروی کی نبی کی عسرت کے وقت میں بعد اس کے کہ کج ہو چلے تھے دل ایک فریق کے ان میں سے پھر رحمت نازل کی خدا نے ان پر تاکہ وہ رجوع ہوں بے شک اللہ بڑا رجوع ہونے والا مہربان ہے۔)

غزوات کا بیان ختم ہو چکا اگرچہ نہایت مختصر ہے لیکن تذکرہ کے لئے

اس قدر بھی کافی ہے۔

وفات شریف

اگرچہ وفات اور مدفن کا تذکرہ سیرت کی اصل حقیقت سے خارج ہے خصوصاً" وہ سیرت جو معیار نبوت قرار دی جاتی ہے لیکن حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا بھی ذکر فرما دیا ہے۔ وفات کے متعلق صرف اس قدر ذکر ہے کہ آپ کی وفات ضرور ہو گی جیسا کہ اور انبیاء علیہم اسلام کی ہوئی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

(نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول بہ تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے اور رسول اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ مرتد ہو جاؤ گے)

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ

بہ تحقیق تم (اے نبی) مرنے والے ہو اور یہ بھی مرنے والے ہیں۔

مدفن شریف

مدفن شریف کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میں ہو گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِى قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَٱلْمُرْجِفُونَ فِى ٱلْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا

(اگر نہ باز آئیں گے منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور بری خبریں اڑانے والے مدینہ میں تو ضرور ضرور مسلط کریں گے ہم آپ کو ان پر پھر نہ آپ کے پڑوس میں رہ سکیں گے مدینہ میں مگر تھوڑے دنوں)

ف ۔ معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ ہی میں رسول خدا ﷺ کا قیام رہے گا اور جب قیام آپ کا آخر تک وہیں ہو گا تو ظاہر ہے وفات بھی آپ کی وہیں ہو گی اور آپ کا مدفن بھی وہی شہر مقدس ہو گا۔

خاتمہ

حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی اُمّی سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کے متبعین سے جو وعدے کئے ہیں وہ وعدے صرف آخرت کی نعمتوں سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ بہت سے وعدے عام ہیں- دنیا و آخرت دونوں کی نعمتوں کو شامل ہیں اور بہت سے وعدے دنیاوی نعمتوں کے ساتھ خاص ہیں اور بہت سے وعدے آخرت کی نعمتوں کے ساتھ خاص ہیں- ان تینوں قسموں کی آیتیں نمونے کے طور پر دو دو ایک ایک لکھی جاتی ہیں- خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ

(مضبوط رکھتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے بسبب مضبوط بات (یعنی کلمہ طیبہ) کے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی)

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِى ٱلسَّمَآءِ تُؤْتِىٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۭ بِإِذْنِ رَبِّهَا

(مثال کلمہ طیبہ کی مانند ایک عمدہ (پھل والے) درخت کے ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں اس کی (بلندی سے) آسمان میں دیتا ہے وہ میوے اپنے ہر وقت حکم سے اپنے مالک کے)

فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً

ضرور ضرور ہم زندہ رکھیں گے ان کو پاکیزہ زندگی سے یہ تحقیق

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ
أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ

جن لوگوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر سیدھے رہے وہ اترتے ہیں ان پر فرشتے کہ نہ خوف کرو تم اور نہ رنج کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت سے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

ف ۔ چونکہ ان آیتوں میں اور اسی قسم کی دوسری آیتوں میں یا تو دنیا و آخرت دونوں کی تصریح ہے یا کسی کی تخصیص نہیں اس لئے یہ سب آیتیں قسم اول کی ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(اور جو شخص بچے گا اللہ کی نافرمانی سے بنا دے گا اللہ اس کے مخرج اور رزق دے گا اس کو ایسی جگہ سے کہ نہ سمجھ سکے گا وہ)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

اور بہ تحقیق ہم نے لکھ دیا زبور میں بعد توریت کے کہ زمین کے وارث ہوں گے میرے بندے نیک

وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

اور بہ تحقیق تمہیں بہت بلند رہو گے بشرطیکہ تم مومن رہو

وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

اور اللہ ہی کے لئے ہے عزت اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے

وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ

اور بہ تحقیق ہمارا ہی لشکر یقیناً غالب رہے گا

فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ

آگاہ ہو جاؤ بہ تحقیق اللہ ہی کا گروہ غالب رہتا ہے

ف ۔ ان آیتوں میں اور اسی قسم کی دوسری آیتوں میں یا تو صاف تصریح دنیا کی نعمتوں کی کی گئی ہے مثل رزق بے حساب وغیرہ کے یا وہ نعمت خود ہی مخصوص دنیا کے ساتھ ہے اس لئے یہ سب آیتیں قسم دوم کی ہیں۔

یہاں پر ایک بات سمجھنے کی یہ ہے کہ احکام شرعیہ تین قسم کے ہیں بعض وہ ہیں جن کا تعلق اشخاص کے ساتھ ہے جیسے ایمان نماز روزہ وغیرہ ان کو تہذیب اخلاق کہتے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق ایک ایک گھر کے ساتھ ہے جیسے احکام کے متعلق حقوق والدین و زوجین وغیرہ ان کو تدبیر منزل کہتے ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق ایک بستی کے ساتھ ہے مثل حدود و فصل خصومات وغیرہ کے ان کو سیاست مدن کہتے ہیں۔ پس دنیاوی نعمتوں کے وعدے ہر قسم کے احکام کے لئے جداگانہ ہیں۔ تہذیب الاخلاق کے متبعین کو مخرج و رزق بے حساب کا وعدہ ہے۔ تدبیر منزل کے متبعین کو عزت و بلندی وغیرہ کا وعدہ ہے۔ سیاست مدن کے متبعین کو میراث زمین اور غلبہ کا وعدہ ہے۔ ان تینوں قسم کے احکام اور ان کے وعدوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں

ہے لیکن اس مجمل بیان کو بھی اگر سمجھ کر ذہن نشین کر لیا جائے تو بہت سے شکوک و شبہات حل ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَءَامَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اس چیز پر جو اتاری گئی محمد (ﷺ) پر اور وہ حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے تو دور کردے گا خدا ان سے گناہ ان کے اور سنوار دے گا حالت ان کی۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ

یہی لوگ ہیں کہ یقیناً وارث ہیں جو وارث ہوں گے فردوس کے

إِنَّ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا

بہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور کئے انہوں نے کام اچھے ان کے لئے ہیں باغ اچھے فردوس کے اترنے کی جگہ

لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ

ان کے لئے ہے ان باغوں میں میوہ اور ان کے لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں سلام ہو گا (ان کے لئے خود) پروردگار مہربان کے کلام سے (یعنی بلا واسطہ)

خلاصہ

یہ کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ نبی اُمی ﷺ کی اتباع کا نتیجہ آخرت

میں چاہے جو کچھ ہو مگر دنیا میں اس کا مفاد نہیں بلکہ دنیا میں اس کا نتیجہ برعکس ہے۔ دنیا میں نیک لوگوں کے لئے سوا تکلیف و مصیبت کے کچھ نہیں ہے۔ یہ خیالات بالکل غلط ہیں اور محض اس وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کہ مسلمانوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ

اور غضب یہ ہے کہ لوگوں نے اپنے خیال فاسد کی تائید آیات و احادیث سے کھینچ تان کر حاصل کر لی ہے زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ اس کی بحث عقل سلیم اور صراط مستقیم کے دیباچہ میں ہو چکی ہے لہٰذا اس کو ترک کر کے یہاں اس امر کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نبی اُمی ﷺ کے اتباع کی کیا حقیقت ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے۔

واضح رہے کہ اتباع کے معنی پیچھے چلنا ہیں جو شخص کسی کے احکام پر عمل کرتا ہے اس شخص کو متبع اس کا کہتے ہیں۔ حقیقت اتباع کی یہ ہے کہ جس کا اتباع منظور ہو اپنے کو اس کا مشابہ بنا دیا جائے اپنے ظاہر کو اس کے ظاہر کا اور اپنے باطن کو اس کے باطن کا اتباع کے مدارج ہیں۔ کیونکہ مشابہت کبھی ایسی کامل ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص تابع و متبوع کی سیرت کو ملا کر دیکھے تو یہ نہ پہچان سکے کہ تابع کون ہے اور متبوع کون بلکہ بسا اوقات یہ تمیز دشوار ہو جاتی ہے کہ یہ دو شخص ہیں یا ایک ہیں' یک جان و دو قالب کی مثل صادق آنے لگتی ہے۔ اور کبھی مشابہت ناقص ہوتی ہے اور ناقص مشابہت کے بھی

بہت مدارج ہیں۔

طریقہ اتباع کا بہت آسان ہے حق تعالیٰ نے ہماری طرف ایسا با قوت رسول بھیجا ہے جس نے رحمٰن کی اطاعت آسان کر دی ایسی کہ اس سے زیادہ آسان کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے اور شیطان کی اطاعت اس نے دشوار کر دی ایسی کہ اس سے زیادہ دشوار کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے۔

صرف دو باتیں ہیں اور وہ بھی نہایت مختصر ان پر عمل کرنے سے اتباع حاصل ہو جاتا ہے جیسے جیسے ان دونوں باتوں پر عمل کامل ہوتا جائے گا اتباع میں کمال آتا جائے گا۔ بلکہ سچ پوچھو تو صرف ایک ہی بات ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُم بِوَٰحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا۟ لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا۟ ۚ مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ

اے نبی کہہ دو کہ میں صرف تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ چاہے دو مل کر چاہے اکیلے بعد اس کے غور کرو کہ تمہارے صاحب میں (یعنی مجھے) کچھ جنون نہیں ہے۔

اللہ کے لئے کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی توحید دل میں قائم کرو اور چاہے دو مل کر یا اکیلے کا مطلب یہ ہے کہ توحید کا مطابق عقل ہونا چاہئے چند عقلاء مل کر باہم مشورہ اور مناظرہ سے طے کر لیں یا بوجہ توحید

کے بدیہی ہونے کے ہر شخص اپنی ہی عقل کو اس کے ادراک کے لئے کافی سمجھ لے اور جب توحید کا عقد دل میں قائم ہو جائے تو میری رسالت کا اعتقاد پیدا کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ میری سیرت میں غور کرو اگر بفرض محال میں رسول برحق نہیں ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا میں (معاذ اللہ) کاذب ہوں یا مجھے جنون ہے۔ میرا کاذب ہونا تو تم میں سے کسی شخص کی عقل تسلیم نہیں کر سکتی کیونکہ چالیس سال کے تجربے اور نیز دوسری آیات بینات نے تم پر ثابت کر دیا ہے کہ میرے نفس میں ملکہ صداقت کا موجود ہے اور فطرت انسانی اس بات کو جانتی ہے کہ جس میں ملکہ صداقت کا موجود ہو اس سے کذب کا صدور محال ہے لہٰذا اب صرف جنون کی شق باقی رہ گئی تو غور کرنے سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں جنون سے بالکل پاک ہوں۔

پس یہی دو چیزیں ہیں توحید اور رسالت جہاں کسی انسان کے دل میں قائم ہوئیں تو ضروری ہے کہ قیامت' جنت' دوزخ' ملائیلہ' عرش کرسی غرض عالم معاد کی تمام خبریں جو رسول نے بیان فرمائیں ہیں اس کے دل میں قائم ہو جائیں اور لازم ہے کہ اس کے اعضا سے بھی وہی افعال صادر ہوں جن کا رسول نے حکم دیا ہے اور لازم ہے کہ اس کے اعضا ان چیزوں سے باز رہیں جن سے رسول نے منع فرمایا ہے اور جہاں یہ حالت پیدا ہوئی اتباع کا اطلاق اس پر ہونے لگتا ہے اور خدا کے وعدے اس کے لئے پورے ہونے لگتے

ہیں۔ اب غور کرو کہ کوئی دوسرا مقصد ہے جو اس آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا مطلب ہے جس کی راہ ایسی مختصر ہو۔

علم اللہ تابجاناں دو قدم رہ بیش نیست
آں یکے بر نفس خود نہ داں دگر در کوی دوست

اس کی مثال یوں سمجھو کہ توحید و رسالت ایک تخم ہے جو دل کی زمین میں بویا گیا اور اس زمین کی خاصیت یہ ہے کہ کوئی تخم اس میں ضائع نہیں ہوتا لہذا ضروری ہے کہ اس تخم سے درخت پیدا ہو اکتساب حسنات اور اجتناب سیات اسی درخت کی شاخیں ہیں اور وعدہائے خداوندی اس درخت کے پھل ہیں اسی مثال کو حق تعالیٰ نے آیت کریمہ مثل کلمۃ طیبۃ میں بیان فرمایا ہے۔

دل تمام اعضاء کا بادشاہ ہے جو خیال دل پر غالب ہو جاتا ہے اس کے آثار تمام اعضاء پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ خیال جھوٹا ہو جب جھوٹا تخم اس زمین میں ضائع نہیں ہوتا تو سچا کیسے ضائع ہو سکتا ہے۔ دیکھو جب کسی شخص کے دل میں یہ خیال قائم ہو جاتا ہے کہ فلاں مقام پر بھوت ہے تو ہر چند وہ اس مقام کی طرف جانا چاہتا ہے مگر پیر نہیں اٹھتے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ ایک سیاہ فام لمبے قد کا شخص کھڑا ہے جس کے بڑے بڑے دانت ہیں اور نہایت ڈراؤنی صورت ہے اور اپنے کانوں سے اس کی آواز سنتا ہے پھر بسا اوقات اس کے اثر سے وہ بیمار ہو جاتا ہے

بخار آنے لگتا ہے اور کبھی اس کا آخری نتیجہ موت تک پہنچتا ہے۔

پس اسی طرح اگر تم ایک سچا خیال اپنے دل میں قائم کرو کہ خدا ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول برحق ہیں۔ اور یہ خیال تمہارے دل میں اچھی طرح مضبوط ہو جائے تو کیا تمہارے اعضاء پر اس سچے خیال کا اثر نہ ظاہر ہو گا؟ ظاہر ہو گا اور ضرور ظاہر ہو گا اور ایسا ظاہر ہو گا کہ جھوٹے خیال کو اس کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔

خدا کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کسی صفت میں کسی کو شریک نہ سمجھو نہ قدرت میں نہ حیات میں نہ نافع و ضار ہونے میں نہ کسی اور صفت میں تمہارے دل میں یہ خیال قائم ہو جائے کہ سوا خدا کے کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتا کوئی کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اگر کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ تمہارا دشمن ہو جائے اور تمہیں توپ دم کرنے کا حکم دے دے اور توپ بھی تمہارے سامنے آجائے تو بھی تمہارے دل میں کچھ ہراس نہ پیدا ہو اور دل میں وہی خیال قائم رہے کہ خدا نہ چاہے گا تو میرا کچھ بھی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر وہ چاہے گا تو یہ بادشاہ و توپ کیا معنی ایک چیونٹی سے مجھے بلکہ بڑی سے بڑی مخلوق کو ہلاک کرا سکتا ہے اسی طرح اگر کوئی بڑا بادشاہ تمہارا دوست ہو جائے اور وہ اپنے خزانچی کے نام باقاعدہ حکم بھیج دے کہ تم کو اس قدر روپیہ مل جائے تو بھی تمہارے دل میں امید نہ پیدا ہو اور خیال قائم رہے

کہ خدا نہ چاہے گا تو میرا کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ چاہے گا تو وہ بادشاہ و خزانچی کیا معنی نہایت ادنیٰ شخص سے فائدہ کرا سکتا ہے۔

اور محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا سچ ہے جس چیز کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے وہی اس کی حقیقت ہے اگر بفرض محال ہم ان کے بیان کے خلاف اپنے حواس سے مشاہدہ کریں تو ہمارا مشاہدہ غلط اور ہمارے حواس میں خلل ہے۔ جس چیز کو انہوں نے خدا کی خوشنودی کا سبب کہا بے شک وہ خدا کی خوشنودی کا سبب ہے اور جس چیز کو انہوں نے خدا کی ناراضی کا سبب بیان کیا بے شک وہ خدا کی ناراضی کا سبب ہے اور جس کلام کو انہوں نے خدا کا کلام کہا بے شک وہ خدا کا کلام ہے۔

پس اے برادر عزیز اپنے دل میں مضبوطی کے ساتھ یہ دونوں عقیدے قائم کر تو متبع رسول ہو جائے گا تیرے تمام اعضاء خود بخود مطیع فرمان الٰہی بن جائیں گے کیا اعضائے ظاہری اور کیا باطنی اور متبع ہوتے ہی تیرے ساتھ خدا کے وعدے پورے ہونے شروع ہو جائیں گے۔ ہذا آخر الکلام ۔ والسلام

دادیم ترا از گنج مقصود نشاں
گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

فہرست آیات (INDEX)

بمطابق حروف تہجی

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ	۸	۵۶	۹۲
اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰى	۵۳	۲۱، ۲۲	۲۶
اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ	۶	۱۲۴	۲۹
الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْۤ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ	۳۰	۱، ۲، ۳	۵۴
اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى	۹۳	۶	۳۲
اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰى كَلَّا لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ	۹۶	۱۴ تا ۱۸	۶۰
اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ	۷	۱۵۷	۱۳، ۳۴
اَلنَّبِیُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ	۳۳	۶	۸۰
اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ	۵	۳	۶۵

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ	۲۳	۶۹	۱۰
اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا	۷۳	۱۵	۳۶
اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا	۳۳	۴۵	۱۳
اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ	۱۵	۹	۵۵
اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ	۱۵	۹	۱۵
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا	۱۸	۱۰۷	۱۱۰
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ	۴۱	۳۰	۱۰۸
اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا	۴	۱۰	۲۸
اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ	۱۶	۹۰	۶۱

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ	۳۸	۶	۷۳
إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ	۳	۹۶	۲۳
إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا	۱۷	۴۷	۶۸
أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا	۴	۱۹	۲۸
إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ	۳۳	۵۳	۶۳
إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ	۷۳	۲۰	۵۹
إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ	۶	۱۶۲، ۱۶۳	۵۸
إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ	۷۵	۱۷، ۱۹	۱۵، ۵۵
إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا	۲۵	۴۲	۷۳
إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ	۲۸	۵۶	۸۰
إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ	۳۶	۳	۴۷

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ	۳۹	۳۰	۱۰۵
إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ	۶	۷۹	۵۸
أُوذُوا فِي سَبِيلِي	۳	۱۹۵	۷۷
أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ	۲۹	۶۷	۲۲
أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ	۲۶	۱۹۷	۱۵
أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ	۲۳	۱۰، ۱۱	۱۱۰
بَلْ عَجِبُوا أَن جَاءَهُم مُّنذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ	۵۰	۲	۷۰
تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا	۴۸	۲۹	۶۳
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ	۲	۱۹۶	۵۵
ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ	۳۴	۴۶	۶۸
حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً	۴۶	۱۵	۴۵

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
وَفُرَٰدَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُواْ مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ	۳۴	۴۶	۱۱۳
قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ	۱۸	۱۱۰	۳۶
قُل لَّآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا	۴۲	۲۳	۶۸
قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ	۶	۶۶	۸۰
قُل لَّئِنِ ٱجْتَمَعَتِ ٱلْإِنسُ وَٱلْجِنُّ عَلَىٰٓ أَن يَأْتُواْ بِمِثْلِ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِۦ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا	۱۷	۸۸	۳۹
كُلُواْ مِمَّا فِي ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا	۲	۱۶۸	۲۷
كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَٰنًا	۳	۱۰۳	۴۳
لَآ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَيِّ	۲	۲۵۶	۵۷، ۸۳
لَا تَسْمَعُواْ لِهَٰذَا ٱلْقُرْءَانِ وَٱلْغَوْاْ فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ	۴۱	۲۶	۷۳
لَتَدْخُلُنَّ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ	۴۸	۲۷	۵۳
لِّتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا	۴۲	۷	۳۷
لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ	۸۸	۲۲	۸۰

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
لَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ	۲۶	۳	۶۳، ۸۰
لَقَدْ أَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ كِتَٰبًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ	۲۱	۱۰	۳۳
لَّقَد تَّابَ ٱللَّهُ عَلَى ٱلنَّبِيِّ وَٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ ٱلْعُسْرَةِ مِنۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ	۹	۱۱۷	۱۰۳
لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ	۹	۱۲۸	۶۳
لَّقَدْ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ ٱلشَّجَرَةِ	۴۸	۱۸	۶۵، ۹۵
لَّقَدْ صَدَقَ ٱللَّهُ رَسُولَهُ ٱلرُّءْيَا بِٱلْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ ٱلْمَسْجِدَ ٱلْحَرَامَ إِن شَآءَ ٱللَّهُ ءَامِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُواْ فَجَعَلَ			

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتۡحٗا قَرِيبًا	۴۸	۲۷	۹۹
لَقَدۡ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخۡوَتِهِۦٓ ءَايَٰتٞ لِّلسَّآئِلِينَ	۱۲	۷	۳۷
لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ	۳۳	۲۱	۱۰، ۷۵
لَن يَتَمَنَّوۡهُ أَبَدًا	۲	۹۵	۵۴
لَهُمۡ فِيهَا فَٰكِهَةٞ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ سَلَٰمٞ قَوۡلٗا مِّن رَّبّٖ رَّحِيمٖ	۳۶	۵۷، ۵۸	۱۱۰
لَّئِن لَّمۡ يَنتَهِ ٱلۡمُنَٰفِقُونَ وَٱلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٞ وَٱلۡمُرۡجِفُونَ فِي ٱلۡمَدِينَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلٗا	۳۳	۶۰	۱۰۶
لِيَتُوبُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ	۹	۱۱۸	۱۰۴
لِيُظۡهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ	۶۱	۹	۵۵
لِيَكُونَ لِلۡعَٰلَمِينَ نَذِيرًا	۲۵	۱	۴۷
مَآ ءَامَنَ مَعَهُۥٓ إِلَّا قَلِيلٞ	۱۱	۴۰	۶۴
مَا سَأَلۡتُكُم مِّنۡ أَجۡرٖ فَهُوَ لَكُمۡ	۳۴	۴۷	۶۸
مَا كُنتُ بِدۡعٗا مِّنَ ٱلرُّسُلِ	۴۶	۹	۴۳

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
مَا كُنتَ تَتۡلُواْ مِن قَبۡلِهِۦ مِن كِتَٰبٖ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَۖ إِذٗا لَّٱرۡتَابَ ٱلۡمُبۡطِلُونَ	۲۹	۴۸	۳۴
مَا كُنتَ تَدۡرِي مَا ٱلۡكِتَٰبُ وَلَا ٱلۡإِيمَٰنُ	۴۲	۵۲	۴۴
مَا كُنتَ تَعۡلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوۡمُكَ	۱۱	۴۹	۴۴
مَا كُنتَ ثَاوِيٗا فِيٓ أَهۡلِ مَدۡيَنَ	۲۸	۴۵	۳۷
مَثَلٗا كَلِمَةٗ طَيِّبَةٗ كَشَجَرَةٖ طَيِّبَةٍ أَصۡلُهَا ثَابِتٞ وَفَرۡعُهَا فِي ٱلسَّمَآءِ تُؤۡتِيٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينِۭ بِإِذۡنِ رَبِّهَاۗ	۱۴	۲۴، ۲۵	۱۰۷
مَثَلُهُمۡ فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِۚ وَمَثَلُهُمۡ فِي ٱلۡإِنجِيلِ	۴۸	۲۹	۶۵
مَن يَرۡتَدَّ مِنكُمۡ عَن دِينِهِۦ	۵	۵۴	۵۴
نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ أَحۡسَنَ ٱلۡقَصَصِ بِمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ وَإِن كُنتَ مِن قَبۡلِهِۦ لَمِنَ ٱلۡغَٰفِلِينَ	۱۲	۳	۳۶
نٓۚ وَٱلۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُونَ مَآ أَنتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُونٖ وَإِنَّ لَكَ لَأَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُونٖ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٖ فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُونَ			

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
والشعراء يتبعهم الغاوون ألم تر أنهم في كل واد يهيمون وأنهم يقولون ما لا يفعلون	۲۶	۲۲۴ تا ۲۲۶	۷۱
والله يعصمك	۵	۶۷	۵۵
وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين	۳	۱۳۹	۱۰۸
وإن جندنا لهم الغالبون	۳۷	۱۷۳	۱۰۹
وإن كنتم في ريب مما نزلنا على عبدنا فأتوا بسورة من مثله	۲	۲۳	۳۹
وإنك لعلى خلق عظيم	۶۸	۴	۳۳
وإنه لذكر لك ولقومك وسوف تسألون	۴۳	۴۴	۳
وإنه لفي زبر الأولين	۲۶	۱۹۶	۱۴، ۶۵
وإن يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر	۵۴	۲	۴۸
وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هي العليا والله عزيز حكيم	۹	۴۰	۱۰۲
ورأيت الناس يدخلون في دين الله أفواجا	۱۱۰	۲	۶۳

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم	۲۴	۵۵	۵۵
وعدكم الله مغانم كثيرة تأخذونها فعجل لكم هذه	۴۸	۲۰	۹۷
وعهدنا إلى إبراهيم وإسماعيل أن طهرا بيتي للطائفين والعاكفين والركع السجود	۲	۱۲۵	۲۴
وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصارى المسيح ابن الله	۹	۳۰	۲۷
وكذلك نصرف الآيات وليقولوا درست	۶	۱۰۵	۳۴
وكنتم على شفا حفرة من النار فأنقذكم منها	۳	۱۰۳	۶۴
ولا تبسطها كل البسط	۱۷	۲۹	۶۰
ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم إن قتلهم كان خطئا كبيرا	۱۷	۳۱	۲۶
ولا تكرهوا فتياتكم على البغاء	۲۴	۳۳	۲۹

TooBaa-Research-Library

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين ان يمسسكم قرح فقد مس القوم قرح مثله وتلك الايام نداولها بين الناس وليعلم الله الذين امنوا ويتخذ منكم شهداء	۳	۱۳۹، ۱۴۰	۹۰
ولا يحزنك الذين يسارعون في الكفر	۳	۱۷۶	۸۰
ولقد صدقكم الله وعده اذ تحسونهم باذنه حتى اذا فشلتم وتنازعتم في الامر وعصيتم من بعد ما اراكم ما تحبون	۳	۱۵۲	۹۱
ولقد عفا عنكم والله ذو فضل على المؤمنين	۳	۱۵۲	۹۱
ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون	۲۱	۱۰۵	۱۰۸
ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة	۳	۱۲۳	۸۵
ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر	۵۴	۱۷	۱۱، ۱۸
ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين	۶۳	۸	۱۰۸

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا	۲۲	۴۰	۸۲
ولهن مثل الذي عليهن	۲	۲۲۸	۴۹
وما ارسلناك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا	۳۴	۲۸	۱۰، ۴۷
وما ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله	۴	۶۴	۱۰
وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى	۸	۱۷	۵۱
وما علمناه الشعر وما ينبغي له	۳۶	۶۹	۷۱
وما كنت بجانب الغربي اذ قضينا الى موسى الامر	۲۸	۴۴	۳۷
وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم	۳	۱۴۴	۳۶، ۹۱، ۱۰۵
ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب	۶۵	۲، ۳	۱۰۸

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
وَمِنْهُمُ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱلنَّبِيَّ	۹	۶۱	۷۹
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدَىٰ	۹۳	۷	۴۳
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ	۹۳	۸	۳۰
وَهُوَ ٱلَّذِى كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنۢ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ	۴۸	۲۴	۱۰۰
وَيُقَلِّلُكُمْ فِىٓ أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ ٱللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا	۸	۴۴	۵۳
وَيَقُولُوا۟ سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ	۵۴	۲	۵۶
وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْـًٔا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ثُمَّ أَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا	۹	۲۵،۲۶	۱۰۲
هُوَ ٱلَّذِىٓ أَخْرَجَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ مِن دِيَٰرِهِمْ لِأَوَّلِ ٱلْحَشْرِ ۚ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا۟ ۖ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ ٱللَّهِ			

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
فَأَتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا۟ ۖ وَقَذَفَ فِى قُلُوبِهِمُ ٱلرُّعْبَ ۚ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِى ٱلْمُؤْمِنِينَ فَٱعْتَبِرُوا۟ يَٰٓأُو۟لِى ٱلْأَبْصَٰرِ	۵۹	۲	۸۷
هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّۦنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ	۶۲	۲	۲۲،۳۵
يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا إِذْ جَآءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ ٱلْأَبْصَٰرُ وَبَلَغَتِ ٱلْقُلُوبُ ٱلْحَنَاجِرَ	۳۳	۹،۱۰	۵۲،۹۴
يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا	۳۳	۴۵،۴۶	۱۲

آیت	سورت	آیت نمبر	صفحہ
يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدۡنَ ٱلۡحَيَوٰةَ ٱلدُّنۡيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيۡنَ أُمَتِّعۡكُنَّ وَأُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحٗا جَمِيلٗا	۳۳	۲۸	۶۱
يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱلۡقَوۡلِ ٱلثَّابِتِ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَفِي ٱلۡأٓخِرَةِ	۱۴	۲۷	۱۰۷
يَجِدُونَهُۥ مَكۡتُوبًا عِندَهُمۡ فِي ٱلتَّوۡرَىٰةِ وَٱلۡإِنجِيلِ	۷	۱۵۷	۶۵
يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ	۲	۹	۷۹
يَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجۡهَهُۥ	۶	۵۲	۶۴
يَعۡرِفُونَهُۥ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَآءَهُمۡ	۲	۱۴۶	۱۴
يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعۡنَآ إِلَى ٱلۡمَدِينَةِ لَيُخۡرِجَنَّ ٱلۡأَعَزُّ مِنۡهَا ٱلۡأَذَلَّ	۶۳	۸	۷۸